سلسلہ اشاعت العلوم حیدرآباد دکن نمبر ۲۱

جلد سوم

حکمۃ بالغۃ

فما تغن النذر

مؤلفہ

فاضل جلیل عالم نبیل عالیجناب مولانا مولوی ابو الجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی

مصنف و مؤلف

التسمیع الاسمع - رسالہ تصحیح - رجل الغنا - بابہ امام - کرامت اللطائف - الاخلاق

چراغ حکمت وغیرہ ملازم دفتر نظامت تعمیرات و ملعا آصفیہ رکن رکین مجلس اشاعۃ العلوم

حسب منظوری مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

باہتمام

جناب ابو الدرجات مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

بشارت

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب جلہ کی تصانیف جنکی بحسب اقتضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے مندرجہ ذیل پتہ سے شائقین کی طلب پر روانہ کیجا سکتی ہیں۔

انوار احمدی - اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابۂ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل پر نہایت محققانہ بیان کیا گیا ہے جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنی خوبی و پسندیدگی کے باعث ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو چکی تھی۔ اب پھر شائقین کے تقاضہ پر مکرر طبع کی گئی ہے قیمت ۱۲

کتاب العقل - اس میں عقل کی حقیقت کھولدی گئی ہے کہ دینی ابواب میں عقل کہانتک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ اور فلسفۂ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تھا اُن کے جوابات عقلی نہایت محققانہ انداز سے دئے گئے ہیں۔ قیمت کاغذ چکنا ۱۲ کاغذ کھرا ۸

افادۃ الافہام ہر دو حصہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور مہذبانہ طرز سے جوابات دئے گئے ہیں جن کے ضمن میں کئی دینی ضروری مسائل کی تحقیقات اور بہت سے تاریخی حالات مندرج ہیں اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہوجاتی ہے کاغذ چکنا عہ کھرا ۸

مقاصد الاسلام ہر پنج حصہ جن میں اخلاق تمدن فقہ کلام فلسفۂ اسلام اور تصوف وغیرہ وغیرہ مضامین پر نہایت محققانہ اور دلکش طرز پر بحث کی گئی ہے قیمت عہ ۸

حقیقۃ الفقہ ہر دو حصہ اس میں محققین و محدثین کے فرائض منصبی ان کے کارنامہ اور حدیث و فقہ و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کی گئی ہے خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جانفشانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں قیمت عہ

انوار الحق مولوی حسن علی صاحب نے جو رسالہ تائید الحق جو مرزا صاحب قادیانی کی تائید میں لکھی گئی ہے اسکے جواب میں یہ محققانہ رسالہ لکھا گیا ہے اسکا انداز بیان دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ کسقدر دلچسپ ہے قیمت ۲

فہرست مضامین کتاب حکمۃ بالغہ جلد سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا

دوسرا ثبوت

مقدمۂ کتاب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امّی محض (یعنی کچھ لکھے پڑھے نہیں) تھے

معزز ناظرین! اس مقدمۂ کتاب کو غور اور اطمینان قلب سے مطالعہ فرمائیں اس کے تمام مالہ وما علیہ کو خوب ذہن نشین فرمالیں کیونکہ قرآن شریف کے کلام اللہ ہونیکے ثبوت میں اب ہم جتنے براہین ودلائل پیش کریں گے ان میں کے اکثر دلائل کو اس مقدمہ سے خاص تعلق ہے اگر یہ مقدمہ حافظہ میں محفوظ نہ ہوگا تو بعض دلائل بالکل وزنی ثابت نہ ہوں گے اور محض ردی نظر آئیں گے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امّی محض ہونے پر ہم عقلی ونقلی وتاریخی

بارہ دلیلیں پیش کرتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ ایسی مضبوط دلیلیں ثابت ہوں گی کہ موافق تو موافق انصاف پژوہ مخالفین کو بھی سوائے تسلیم کر لینے کے چارۂ کار نہ ہوگا۔ البتہ جن کے قلوب انصاف کی صفت سے خالی ہیں انہیں کوئی فائدہ نہیں اور میں تمنا کرتا ہوں کہ ایسے انصاف کے خون کرنے والے ہٹ دھرم لوگ میری کتاب کے ناظرین میں سے نہ ہوں تو اچھا ہے۔ ؎

کل العداوۃ قد یرجیٰ اماتتھا الا عداوۃ من عاداک من حسدٍ

پہلی دلیل

قرآن مجید

قرآن مجید میں چھ آیتیں ہیں جن سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی محض ہونا بصراحت ثابت ہوتا ہے۔[۱]

پہلی آیت۔ سورۃ الجمعہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

[۱] ایک مخالف اعتراض کر سکتا ہے کہ قرآن صرف اپنے پیرودوں کے لئے معتبر و مستند ہے مگر جو لوگ سرے سے نہ قرآن ہی کو کتاب اللہ تسلیم کرتے نہ پیغمبر اسلام کی نبوت کو مانتے ان کے حق میں اس کا بیان کوئی سند نہیں ہو سکتا۔ قرآن کو کتاب اللہ ثابت کرنے کے لئے قرآن ہی کے بیان کو ثبوت میں پیش کرنا مصادرہ علی المطلوب ہے۔" بلاشبہ یہ اعتراض صحیح ہے لیکن ناظرین گھبرائیں نہیں ہم اس کا شافی جواب اس دلیل کے خاتمہ پر خود دیں گے ۱۲ منہ

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

وہ (خدا) ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں ان ہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا (کہ وہ) انکو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک صاف کرتے اور ان کو کتاب اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ہیں ورنہ (اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے)

ف

اس آیت میں ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم ان پڑھ لوگوں میں پیدا ہوئے انھیں میں آپ کا نشو و نما ہوا اور آخر انہیں جاہلوں میں سے آپ کو پیغمبر بنا کر کھڑا کر دیا گیا۔

جاہلوں میں رہ کر اور جاہلوں میں نشو و نما پا کر کوئی شخص عالم و فاضل اور ادیب و منشی نہیں ہو سکتا تاریخ ایسی ایک نظیر بھی پیش نہیں کر سکتی کہ کوئی انسان ان پڑھ لوگوں میں پیدا ہوا ہو۔ ان پڑھ لوگوں میں پلا ہو۔ ان پڑھ لوگوں میں نشو و نما پا کر ساری عمر انہیں جاہلوں میں رہا ہو اور پھر عالم و فاضل ہو گیا ہو۔ کیونکہ علم و فضل حاصل کرنے کے لئے ارباب علم و فضل کی صحبت واجب ہے۔

دوسری آیت سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ

اور (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے (دین کی) جان (یعنی یہ کتاب) تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ (یہ جانتے تھے کہ) ایمان (کس کو کہتے ہیں) مگر ہم نے قرآن کو ایک نور

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔	بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے رستہ دکھا دیتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ تم سیدھا ہی رستہ سب کو دکھاتے ہو۔

ف

آیت میں اس امر کی صراحت ہے کہ جب تک قرآن مجید نازل نہیں ہوا، جناب پیغمبر خدا کتاب و ایمان سے کچھ واقف نہ تھے۔ آپ کو منصب نبوت چالیس (۴۰) برس کی عمر میں عطا کیا گیا۔ اور اسی وقت سے نزول قرآن کا آغاز ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ چالیس (۴۰) برس کی عمر تک آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں آتا تھا حالانکہ لکھنے پڑھنے کا زمانہ چالیس (۴۰) سال کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد انحطاط اور بڑھاپے کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور آدمی لکھنے پڑھنے سیکھنے کے کام کا نہیں رہتا۔

اس کے علاوہ چالیس (۴۰) برس کی عمر میں آپ کو نبوت سے مشرف فرمایا گیا۔ قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور آپ تبلیغ احکام الٰہی کی سخت ترین مہم سرانجام دینے لگ گئے۔

تاریخ وسیر ہمارے سامنے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ چالیس (۴۰) برس کے بعد آپ کی عمر مبارک کا تمام حصہ تبلیغ احکام، دشمنوں کی ایذا دہی، جنگ و قتال، جلاوطنی اور فتوحات میں صرف ہوا۔ یہانتک کہ ترسیٹھ (۶۳) برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔

یہ تیئیس (۲۳) برس کا زمانہ ایسا نہیں تھا کہ اس میں آپ کوئی حصہ بھی پڑھنے یا سیکھنے میں صرف کر سکتے حالانکہ قرآن مجید اسی مدت میں نازل ہوتا رہا۔

تیسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَآمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمَاتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ

تو (اے لوگو!) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی (محمدؐ) پر (بھی) کہ وہ خود بھی اللہ اور اُسکی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان ہی کی پیروی کرو تاکہ تم سیدھے رستے پر آجاؤ

ف

اس آیت میں بھی لفظ امی نے رسول خدا کے ان پڑھ ہونے کی صراحت کر دی کیونکہ امی لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کچھ پڑھا لکھا نہ ہو۔ درحقیقت امی وہ شخص ہے جس کے ماں باپ بچپنے میں مرگئے ہوں اور چونکہ بچپنے میں ماں باپ کے مرجانے سے تعلیم کا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہتا اور علی اکثرالاحوال یتیم ناخواندہ ہوگئے اور یہی وجہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کا لقب بھی امی ہوگیا اور آپ ہر طرح اس لقب کے سزاوار بھی ٹھیرے کیونکہ بچپنے میں آپ کے والدین کا سایہ آپ کے سر سے اٹھا اور آپ بالکل ان پڑھ ہی رہے۔

چوتھی آیت سورۃ الزخرف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ

اور کفار کہتے ہیں کہ (ان) دو بستیوں (یعنی مکہ وطائف) کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

ف

جناب رسول خدا صلعم کے وقت میں مکہ اور طائف یہی عرب میں دو بڑے

شہر تھے اور ان شہروں کے باشندے بڑے لایق و فائق سمجھے جاتے تھے جیسے ہمارے ہندوستان میں دہلی و لکھنؤ زبان اردو کے دو مرکز سمجھے جاتے ہیں۔ کفار نے اعتراض کا اور کوئی سچا موقع نہ پایا تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ ایک یہی بھدا اعتراض کر دیا کہ اچھا اگر قرآن واقعی خدا کی کتاب ہے تو محمد جیسے امی شخص پر کیوں نازل ہوا، اس کو تو چاہیے تھا کہ مکہ و طائف کے کسی بڑے عالم و فاضل پر نازل کیا جاتا۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ کفار عرب پر محمد عربی صلعم کا مطلق ان پڑھ ہونا خوب روشن تھا اور یہ باور کرنا تو بہت دشوار ہے کہ آپ پڑھے لکھے رہے ہوں اور آپ کے ملک والے بلکہ خود شہر و قبیلہ والے بھی نہ جانتے ہوں۔

پانچویں آیت سورہ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ اگر خدا چاہتا تو میں (قرآن) تمکو پڑھ کر سناتا ہی نہیں اور نہ خدا تم کو اس سے آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے میں مدتوں تم میں رہ چکا ہوں کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے ہو۔

ف

مطلب یہ کہ اگر میں پڑھا لکھا ہوتا تو وہ تم لوگوں پر چھپنے والی بات نہیں تھی میری اتنی عمر تم لوگوں میں گذر گئی کچھ تو سن گن تم کو معلوم ہوتی لیکن تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں کچھ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں تو پھر ان کے کلام اللہ ماننے میں کونسا امر مانع ہے کیونکہ ایک ان پڑھ آدمی جس نے اپنی عمر بھر میں پڑھنے لکھنے کا نام تک سنا تا ہو قرآن جیسی بہترین کتاب نہیں بنا سکتا۔

چھٹویں آیت ۔ سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْ مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ

اور (اے پیغمبر) قرآن سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے اور نہ تم کو اپنے ہاتھ سے لکھنا ہی آتا تھا کہ ایسا ہوتا تو بیہ بیدین خواہی نخواہی شبہ کرتے ۔

ف

آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جناب رسول خدا پڑھے لکھے تھے نہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ مصلحت رکھی تھی کہ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو کفار و منکرین ضرور شبہ کرتے کہ یہ باتیں جو یہ شخص سمجھاتا ہے اسکی دیکھی بھالی ہوئی ہیں اور اگلی باتوں میں سے چن چنا کر ایک قرآن بنا لیا ۔ لیکن آپکے امی ہونے کیوجہ سے یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا ۔ اس پر جو انکار کریں تو بڑی ہٹ دھرمی ہے

بہرحال اس آیت میں سب سے زیادہ صراحت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم امی محض تھے ۔ آپ نے نہ کبھی کچھ تعلیم پائی نہ آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ آتا تھا اور نہ آپکے امی ہونے میں کفار کو خود کسی قسم کا شبہ تھا ۔

دوسری دلیل

حدیث

امام بخاری اپنی صحیح حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ :۔

حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث

حدیث بیان کی ہم سے یحیی بن بکیر نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے لیث نے

عن عقيل عن ابن شهاب
عن عروة بن الزبير عن
عائشة رض ام المومنين انها
قالت اول ما بدأ به
رسول الله صلى الله عليه
وسلم من الوحي الرؤيا
الصالحة فكان لا يرى
رؤيا الا جاءت مثل فلق
الصبح ثم حبب اليه
الخلاء وكان يخلو بغار
حراء فيتحنث فيه ويتزود
لذلك ثم يرجع الى
خديجة فيتزود لمثلها حتى
جاءه الحق وهو في غار
حراء فجاءه الملك فقال
اقرء قال ما انا بقارى
قال فاخذني فغطني حتى
بلغ مني الجهد ثم ارسلني
فقال اقرء قلت ما انا
بقارى فاخذني فغطني
الثانية حتى بلغ مني الجهد

عقیل سے انھوں نے ابن شہاب سے
انھوں نے عروہ ابن زبیر سے انھوں نے
ام المومنین عائشہ رض سے البتہ کہا عائشہ رض
نے کہ وحی کے قسم سے پہلے پہل
جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع
ہوئی وہ رویائے صالحہ تھا تو جو کچھ آپ
خواب میں دیکھتے وہ صبح کے پو پھٹنے کی طرح
ظاہر ہو جاتا۔ اس کے بعد آپکو تنہائی پسند
آئی اور غار حرا میں اکیلے بیٹھے عبادت
کیا کرتے تھے پھر توشہ اپنے ساتھ
لے جاتے اور جب کھانا ختم ہو جاتا
تو خدیجہ کے پاس واپس آتے اور
پہلے کی طرح توشہ لیکر پھر چلے جاتے یہاں تک
آپ کے پاس حق آگیا درانحالیکہ آپ
غار حرا ہی میں تھے پھر فرشتہ آپ کے
پاس آیا تو کہا کہ پڑھو آپ نے جواب دیا
کہ میں پڑھا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ میرے اس کہنے پر اس فرشتہ
نے مجھکو پکڑا پھر مجھکو لپٹایا اور خوب بھینچکر
اپنے سے لگالیا پھر مجھکو چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھو میں نے
جواب دیا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے
مجھکو پکڑا پھر دوسری مرتبہ اپنے سے لپٹایا اور خوب

ثم ارسلني فقال اقرء
قلت ما انا بقارى
فاخذني فغطني الثالثة
ثم ارسلني فقال اقرأ
باسم ربك الذي
خلق خلق الانسان
من علق اقرء وربك
الاكرم - فرجع بها رسول
الله صلعم يرجف فؤاده
فدخل على خديجة بنت
خويلد فقال زملوني
زملوني فزملوه حتى
ذهب عنه الروع
فقال لخديجة واخبرها
الخبر لقد خشيت على
نفسي فقالت خديجة
كلا والله ما يخزيك
الله ابدا فانطلقت
به خديجة حتى اتت
به ورقة بن نوفل بن
اسد بن عبد العزى

زور سے سینہ سے لپٹایا پھر مجھکو چھوڑ دیا
پھر کہا کہ پڑھو میں نے جواب دیا کہ میں تو
پڑھا ہوا نہیں ہوں تو مجھکو پکڑا پھر تیسری مرتبہ
مجھکو لپٹایا اس کے بعد مجھکو چھوڑ دیا پھر کہا
(پڑھو) اقرء باسم ربک الذی
خلق خلق الانسان من علق اقرء
وربک الاکرم - پس اس آیت
کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے
درانحالیکہ آپ کا دل لرز رہا تھا پھر آئے
خدیجہ بنت خویلد یعنی اپنی بی بی کے پاس
اور فرمایا کہ مجھکو کملی اڑھا دو مجھکو کملی اڑھا دو تو
لوگوں نے آپ کو کملی اڑھا دیا حتی کہ آپ سے
خوف زائل ہوگیا تو آپنے خدیجہ سے سب
ماجرا بیان کر کے فرمایا کہ مجھکو اپنی جان کا
ڈر ہے خدیجہ نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں
خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز رسوا نکرے گا
پھر چلیں خدیجہ آپ کو لئے ہوئے
یہانتک کہ لیگئیں آپ کو اپنے چچازاد بھائی
ورقہ بن نوفل بن اسد بن
عبد العزی کے پاس
اور یہ ورقہ ایک مرد تھا

بن عم خديجة وكان امرأ
قد تنصر في الجاهلية
وكان يكتب الكتاب
العبراني فيكتب من
الانجيل بالعبرانية
ما شاء الله ان يكتب
كان شيخا كبيرا قد عمي
فقالت له خديجة
يا ابن عم اسمع من ابن
اخيك فقال له ورقة
يا ابن اخي ماذا ترى
فاخبره رسول الله
صلى الله عليه وسلم
خبر ما رأى فقال
له ورقة هذا الناموس
الذي نزل الله على
موسى ليتني اكون حيا
اذ يخرجك قومك
فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
او مخرجي هم قال نعم۔

جو جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور عبرانی
کتاب لکھا کرتا تھا پھر جتنا کچھ اللہ کو منظور ہوتا انجیل
کو عبرانی میں لکھتا اور یہ ورقہ بن نوفل بہت بوڑھا
اور اندھا ہو گیا تھا۔ تو خدیجہ نے اس سے
کہا کہ اے میرے ابن عم! ذرا اپنے بھتیجے
کی بات سنو تو ورقہ نے پوچھا کہ اے میرے
بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان
فرما دیا تو ورقہ نے کہا کہ وہ جو تم نے
دیکھا ناموس (یعنی جبرئیل) تھا جس کو
اللہ نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔ کاش
میں اسوقت زندہ رہتا جب تمہاری
قوم تم کو جلا وطن کرے گی (تو میں تمہاری
مدد کرتا) رسول اللہ صلعم نے پوچھا
کیا میری قوم مجھ کو جلا وطن کرے
گی ورقہ نے کہا ہاں (مگر اس
واقعہ کے تھوڑے ہی دن کے
بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔)

ف

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلعم پر پہلے پہل وحی نازل ہوئی ہے آپ ان پڑھ تھے اور اسوقت تک کہ آپ کی عمر تیس ۳۰ سے متجاوز ہو چکی تھی بالکل پڑھنا نہیں جانتے تھے رہی یہ بات کہ ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ نے ورقہ بن نوفل سے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا ہو۔ محض لغو اور لایعنی اعتراض ہے۔

اولاً۔ تو یہ ایک محض امکانی پہلو ہے اور محض امکان کسی امر کے باور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ اس کے خلاف میں بہت سے شواہد قویہ اور دلائل جزمیہ قائم ہیں۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ ایسے اوہام ضعیفہ سے کوئی دعویٰ اور کوئی واقعہ خالی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر ایسے ہی اوہام پر مدار عالم ہو تو تاریخ عالم سے امان اٹھ جائے اور کوئی متواتر سے متواتر واقعہ بھی قابل اطمینان باقی نہ رہے حالانکہ عادت جاریہ اس کے خلاف ہے۔

ثالثاً۔ اسوجہ سے کہ اگر کوئی مخالف اسلام اس بات کا دعویٰ کرے کہ جناب رسول خدا نے ورقہ بن نوفل سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا تو اس پر بینہ شاہد کا پیش کرنا واجب ہے۔ کیونکہ دعویٰ بلا دلیل گوز شتر ہے لیکن یہ ایک ان ہونی بات ہے کیونکہ کسی تاریخ میں عام اس سے کہ مخالف اسلام ہو یا موافق اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔

رابعاً۔ اسوجہ سے کہ ورقہ بن نوفل اسوقت شیخ کبیر یعنی بہت بوڑھا اور اندھا تھا وہ خود کسی کو سکھانے پڑھانے کے قابل کہاں تھا؟

خامساً۔ اسوجہ سے کہ رسول اللہ صلعم نے نزول وحی کے بعد ورقہ بن نوفل سے ملاقات کی ہے اس سے پہلے ورقہ کا آپ سے ملنا ثابت نہیں تو اس صورت میں یہ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نزول قرآن اور آپ کا ورقہ سے علم حاصل کرنا ساتھ ساتھ تھا بلکہ جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے زمانہ نزول قرآن زمانہ تعلیم سے مقدم ثابت ہوگا اور اس میں جو رکاکت ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔

اس حدیث میں ملک (فرشتے) کے نزول اس کی رسول اللہ صلعم سے گفتگو۔ اس کی تعلیم اور جناب رسول خدا کے خوف و لرزہ وغیرہ کا جو بیان ہے اس پر بھی چند شبہے وارد ہوتے ہیں لیکن یہ محل اس بحث کا نہیں ہے۔

قرآن وحدیث سے یہ امر تو اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ان پڑھ تھے آپ نہ پڑھنا جانتے تھے نہ آپ کو لکھنا ہی آتا تھا۔ رہی یہ بات کہ قرآن وحدیث سے آپ کے امی ہونیکا ثبوت مخالفین اسلام کے لیئے قابل قبول نہیں ہے اس کے چار جواب ہیں۔

اول۔ یہ کہ قرآن کی خبر متواتر خبر ہے یعنی ہر دور میں اسکی روایت اور حفاظت کرنے والے اتنے لوگ رہے ہیں جن پر جھوٹ کا گمان نہیں ہوسکتا قرآن مجید جس طرح محمد عربی صلعم پر نازل ہوا، ویسا ہی بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے اسوقت بھی مسلمانوں کے ہاتھوں اور حفاظ کے سینوں میں موجود ہے حالانکہ نزول قرآن کو تیرہ سو برس کا طول طویل زمانہ گذر چکا اور اس وصف (صحت) میں دنیا کی کوئی آسمانی غیر آسمانی کتاب قرآن کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور ایسی صورت میں قرآن مجید جس بات کی خبر دے

اس پر کوئی صاحب انصاف بسبب خلاف واقعہ ہونیکا واہمہ نہیں کر سکتا۔

دوم۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث عام اس سے کہ وہ درحقیقت حدیث رسول ہو یا کسی کذاب نے رسول پر افترا کیا ہو، سلسلہ رُواۃ کے ساتھ بیان کیجاتی ہے۔ راویوں کی جانچ پرتال کے لئے رجال و تراجم کے دفاتر الگ مدون ہیں جن سے صحیح حدیثوں کو جھوٹی حدیثوں سے نہایت آسانی کے ساتھ الگ کر لے سکتے ہیں دور اولیں کی تاریخ بھی اسی طریقہ پر مرتب کیجاتی تھی مگر متاخرین نے اس طریقہ کو ترک کر دیا جو اچھا نہیں ہوا اور روز بروز تاریخ کا چہرہ گرد آلود ہوتا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روایت وصحت میں کسی آسمانی کتاب کا وہ درجہ بھی نہیں ہے جو اسلام میں موضوع و نامعتبر حدیثوں کا ہے۔ اور جب یہ صورت ہے تو فن حدیث میں جو خبر بیان کی گئی ہو اس سے انکار کرنے اور جھوٹ باور کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

سوم۔ قرآن وحدیث اگرچہ مذہبی کتابیں ہیں لیکن ان کا شمار تاریخ میں بھی ہے اگر مخالفین اسلام قرآن وحدیث کی دی ہوئی خبروں کو تسلیم نہ کریں تو تاریخی دنیا سے امان اٹھ جائے اور ان کی باتیں بھی قابل اعتبار نہ رہیں۔

چہارم۔ اسلام کے سخت ترین دشمن بھی کوئی امر خلاف اسلام لکھتے ہیں تو اسلام ہی کی تاریخ سے مدد لیکر لکھتے ہیں غیر اسلامی اقوام میں اسلامی تاریخ کے متعلق کوئی صحیح مواد نہیں ملتا۔ تو ضرور ہے کہ تاریخ اسلام جو خبر دے اور وہ خبر اصول تاریخ اور اصول درایت کے موافق ہو اس کو باور نہ کیا جائے۔

دوسری حدیث[1]

اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والاسماعیلی فی معجمہ عن ابن عباس قال لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ ولا یکتب کان امیاً۔

نکالا ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور اسماعیلی نے اپنی معجم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے (بلکہ) آپ بالکل ان پڑھ تھے۔

تیسری حدیث[2]

اخرج عبد الرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی قولہ وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأ کتاباً قبلہ ولا یخطہ بیمینہ وکان امیاً لا یکتب

نکالا عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ (اے محمد) اس سے پہلے نہ تو تم پڑھ سکتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ کہا قتادہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (نزول قرآن) سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے نہ اسکو لکھ سکتے تھے (بلکہ) آپ امی تھے کہ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

[1] علیہ
[2] سے

چوتھی حدیث[ھ]

اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن الضحاك فی الآیة قال کان النبی صلعم لا یقرأ ولا یکتب وکذلك جعل نعته فی التورٰة والانجیل انه امی لا یقرأ ولا یکتب وھی الآیة البینة۔

نکالا ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ضحاک سے اس آیت مذکورہ میں کہ کہا ضحاک نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا آتا تھا اور آپ کی یہی صفت توریت اور انجیل میں وارد ہے کہ وہ (محمد) اَن پڑھ ہونگے جن کو لکھنا نہ آتا ہوگا اور یہ (آپکی نبوت کی) بڑی زبردست دلیل ہے۔

ان چار جوابوں کے علاوہ اور بھی جوابات ہیں جن کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم محمد عربی صلوات اللہ علیہ کے امیت کے مستقل دلائل میں لکھیں گے۔

تیسری دلیل

قرآن وحدیث نے جو خبر محمد صلعم کے امی ہونیکی دی ہے اگر اس کو "باطلاست انچہ مدعی گوید" کے تحت میں رکھکر نامعتبر قرار دیا جاوے تو اس کے خلاف شواہد کا پیش کرنا ضرور ہے کیونکہ کفار عرب، آپکے اور آپ کی ملت حنیفیہ کے نہایت سخت دشمن تھے بات بات کی تکذیب کرتے تھے طرح طرح سے ذلیل کرنا چاہتے اور اسلام کو نیچا دکھانا چاہتے تھے اگر اسلام نے اپنی بڑائی اور اپنے کو

ھ در المنثور جلد پنجم صـ ۱۴۸

دین الہی ثابت کرنے کے لئے پیغمبر کو امی قرار دیا تو غیر اقوام خصوص کفار عرب
اور دشمنان اسلام کے اقوال و بیانات تو اس کے خلاف میں ضرور ہوں گے
اور ہونے چاہئیں حالانکہ آپ کے امی ہونے کے متعلق قرآن و حدیث میں
جو کچھ کہا گیا ہے اس کے خلاف ایک حرف بھی نہیں ملتا اور جو علمائے
مخالفین آپ کے غیر امی ثابت کرنیکی بیفائدہ کوشش کرتے ہیں ان کو مجبوراً
اسلام ہی کی تاریخ پر جھکنا پڑتا ہے اور اس میں بھی اصول روایت و درایت سے
قطع نظر کر کے اور بہت تحریف و تبدیل کے بعد چند الٹی سیدھی باتیں لکھکر
دلوں کو خوش کر لیتے ہیں کیا یہ امر پیغمبر اسلام کے امی ہونیکی کافی دلیل نہیں ہے؟
ضرور ہے۔

چوتھی دلیل

جب تک جناب رسول اللہ علیہ التحیتہ والثنا نے دعوی نبوت نہیں کیا
اہل عرب آپ کے ثنا خواں دوست رہے اور آپ کو امین و راست باز
اور بہترین انسان سمجھتے رہے آپ کا دعوئے نبوت کرنا تھا کہ ساری دوستی
مبدل بہ دشمنی ہوگئی یہانتک کہ خود آپ کے خاندان کے لوگ اور حقیقی چچا
تک جان کے لاگو ہوگئے پھر آپ کے جھٹلانے میں، ذلیل خوار کرنے میں
نیچا دکھانے میں، اور اسلام کو بیخ و بنیاد سے مٹا دینے میں جو سر توڑ کوششیں
کرتے رہے ان سے تاریخی اوراق بھرے پڑے ہیں اور جن کا مخالفین
تک کو اعتراف ہے۔ اتنی سخت مخالفت و عداوت میں جب کہ کفار عرب
فداوزای بات میں جھٹلاتے رہتے تھے قرآن کا اس دعوے کیساتھ نازل ہونا

کہ محمد نبیِ امی (اَن پڑھ) ہیں اور کفار کا اس دعوی کو خاموشی کے ساتھ سننا اور اس پر جرح نکرنا، اس امر کی بین دلیل ہے کہ کفار عرب پر آپ کا امی ہونا خوب روشن تھا اور ایسا روشن تھا کہ باوجود عداوت اور تکذیب کی کوششوں کے اس امر سے انکار کرنے اور آپ کو جھٹلانے کی جرءت نہ کر سکے۔

پانچویں دلیل

مخالفین تک تسلیم کرتے ہیں کہ محمد عربی صلعم امین، دور اندیش، عقلمند اور بڑے مدبر انسان تھے پس مدبر اور پیغمبر اسلام جیسے سمجھدار آدمی کی شان سے یہ بہت مستبعد تھا کہ پڑھے لکھے ہو کر علی الاعلان اَن پڑھ ہونیکا دعوی کرتے اور معجزہ اور اپنے نبی ہونیکے ثبوت میں قرآن کو کلام الہی کہکر پیش کرتے۔ وہ اس بات کو ضرور سمجھتے کہ میں پڑھا لکھا ہو کر اگر امی ہونیکا دعوی اور قرآن کو کلام الہی کہکر اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کروں گا تو اہل عرب خصوصاً خود میرے خاندان والے (قریش) اس کی تکذیب کر بیٹھیں گے جو ایک لاجواب اعتراض اور میری سبکی کا موجب ہوگا بلکہ بجائے اس کے کہ نبوت ثابت ہو تمام پاکبازیوں اور دیانت پر پانی پھر جائے گا۔ اور میرا دعوی خود ہی اپنے باطل ہونیکا ثبوت رہ جائے گا۔ یہ ایک بہت موٹی بات ہے جو عامی سے عامی آدمی بھی نہیں کر سکتا محمد عربی صلعم جیسے حکیم کی شان تو بہت ارفع و اعلی ہے۔

چھٹویں دلیل

کھلی بات ہے کہ ہر شخص کے حالات سے جتنی واقفیت اس کے گھر،

قبیلہ، برادری گاؤں اور اپنے ملکی لوگوں کو ہو سکتی ہے دوسروں کو ہرگز نہیں ہو سکتی تو اگر جناب رسول خدا تعلیم یافتہ ہوتے تو سب سے پہلے خود کفار عرب اور آپ کے قبیلہ والے آیت وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ وغیرہ پر نہ اٹھنے والا اعتراض کرتے کہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود یہ امیت کا انوکھا دعویٰ کیا؟ اور امیوں کے مقابلہ میں ایک اچھے تعلیم یافتہ کا دعوائے فصاحت و بلاغت کرنا کوئی حیرت انگیز بات ہے جو دلیل معجزہ و نبوت ہو سکے۔

حالانکہ پیغمبر اسلام کی امیت کے خلاف ایک لفظ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا

اعتراض

اگر معترض پھر بھی یہ شبہ پیش کرے کہ قرآن و حدیث تو رسول اسلام کی امیت ثابت کرنے کے لئے غیر معتبر ہے رہیں تواریخ تو ان کو بھی مسلمانوں ہی نے مرتب کیا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم امی نہیں تھے بلکہ پڑھے لکھے تھے تو خیر، قرآن نے تو غلط کہا اور مسلمانوں نے قرآن کو منجانب اللہ اور کلام باری ثابت کرنے کیلئے اپنے پیغمبر کو امی محض لکھدیا مگر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو کیا ہوا تھا کہ باوصف اتنی سخت مخالفت اور تکذیب رسالت کے اپنے مکتوبات میں اس کے متعلق ایک حرف نہ لکھا اگر رسول خدا، امی نہ ہوتے تو یہ مخالفین تو ضرور لکھتے کہ قرآن حدیث اور مسلمان سب جھوٹے ہیں اور محمد (صلعم) ہرگز امی نہیں ہیں بلکہ انھوں نے فلاں فلاں اہل علم سے علم حاصل کیا۔ حالانکہ قرآن کے اس دعوے کے خلاف گروہ مخالفین کا ایک لفظ ایک حرف بھی نہیں ملتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ کفار عرب نے پیغمبر اسلام کے امی ہونے کی تکذیب کی مگر وہ تکذیب زبانوں ہی پر رہی ضبط تحریر نہیں ہوئی یا نہیں لائی گئی تو:۔

اولاً۔ تو یہ اعتراض اپنی کمزوری سے خود اپنا جواب ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ جب کفار عرب نے پیغمبر کی امیت کے متعلق زبان ہی سے سب کچھ کہا اور لکھا کچھ نہیں تو اب معترض کس منہ سے اور کس دلیل و سند سے آپ کے امی ہونے کا انکار کرتا ہے اور اس کے پاس اس امر کا بھی کیا ثبوت ہے کہ کفار عرب نے زبان ہی سے آپ کے امی ہونے کی تکذیب کی۔

تیسرے۔ یہ کہ یہ ایک عظیم الشان واقعہ تھا کہ پیغمبر اسلام نے تعلیم یافتہ ہو کر ان پڑھ ہونے کا ادعا کیا اور اپنے نبی ہونیکی دلیل میں قرآن کو کلام الٰہی گردان کر سامنے کیا کہ اگر اس کے کلام اللہ ہونے میں شبہ ہو تو دنیا بھر کے جن و انس ملکر متفقہ کوشش سے ایسی فصیح و بلیغ ایک سورت ہی بنادیں۔

ایسے عظیم الشان دعوے پر تمام عرب میں ہلچل کا پڑنا اور صرف زبانوں ہی پر خلاف واقعہ دعوے کا رہنا اور کفار عرب کا رسول کی تکذیب میں کوئی نوشتہ نہ رکھنا جس سے کبھی ان کے صدق نبوت میں کوئی شبہ کر سکے کوئی سمجھ میں آنیوالی بات نہیں ہے اور یہ تو ایک ایسا دعوی ہے جس کو مجنون و مجذوب کے سوا کوئی سمجھدار باور نہیں کر سکتا بلکہ جس شخص میں ذرا بھی عقل ہو وہ خصم کے اتنے ہی بیان کو ہمارے دعوای امیت کی کافی دلیل تسلیم کرے گا۔

ساتویں دلیل

ملوک عرب قبل الاسلام کی مفصل تاریخ موجود ہے۔ شعرائے جاہلیت کی سوانح عمریاں مشتہر ہیں جو حکماء و مشاہیر رسول خدا صلعم سے سیکڑوں ہزاروں برس پہلے گذرے ان کے حالات میں چھان بان کر کے کتابیں لکھی گئیں پھر رسول اللہ صلعم کے تعلیم یافتہ ہونیکے متعلق مواد کا نہ ملنا، اس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں۔ جب عرب میں لکھنے والے موجود تھے اور دشمنان اسلام، اس بات کے دل سے خواہاں تھے کہ پیغمبر کو جھوٹا ثابت کریں اور ان کو پنپنے نہ دیں یا کم از کم جھوٹ سچ باتیں کہکر ذلیل و رسوا ہی کردیں، تو آپ کو غیر امی و خواندہ لکھنے سے انہیں کونسا امر مزاحم ہوسکتا تھا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا امی اور نا تعلیم یافتہ ہونا ایسا روشن اور بدیہی امر تھا کہ کفار عرب کی اتنی سخت عداوت بھی اس کے جھٹلانے کی جرأت نہ کرسکی۔

آٹھویں دلیل

جناب رسول خدا صلعم عرب میں ایسے وقت پیدا ہوئے جب شائستگی نام کو نہ تھی ہر طرف جہالت کی گرم بازاری تھی اور تمام ملک عرب میں ناقابل بیان تاریکی چھائی ہوئی تھی جس سے تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں۔ جب ملک میں علم و فن کا چرچا ہی نہیں تھا اور سب امی صفت تھے اور حضرت سرورِ کائنات سوا چند روزہ تجارت کے کبھی اپنے وطن سے باہر تشریف ہی نہیں لے گئے تو آپ کا تعلیم پانا کیونکر

ع حال ہی میں ایک کتاب "روضۃ الادب فی طبقات شعراء العرب" مولفہ علامہ اسکندر آغا ابکاریوس مسیحی بیروت سے شایع ہوئی ہے جو اس خصوص میں نہایت معتبر ہے۔

قیاس میں آسکتا ہے؟ تعلیم تو ایسی چیز نہیں ہے جو اپنی قوم اور اپنے خاندان سے چھپی رہے اور پھر تعلیم بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی جو قرآن جیسی کتاب دنیا کی رہنمائی کے لئے دنیا کے سامنے رکھدے اور دعویٰ یہ کرے کہ دنیا کی کوئی طاقت ایسی جامع اوصاف و بہترین کتاب نہیں بنا سکتی۔

نویں دلیل

قرآن مجید نے صراحت کر دی اور حدیث ناطق ہے کہ محمد عربی علیہ السلام امی محض تھے۔ تاریخ اس تصریح کی ہمزبان ہے عہد رسالت کے سخت ترین کفار و مشرکین کا اپنی تحریرات میں آپ کو تعلیم یافتہ یا خواندہ نہ لکھنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ ناخواندہ ہی تھے اور آپ کا ناخواندہ ہونا کفار و مشرکین پر ایسے بدیہی طور پر روشن تھا کہ وہ بدیہی امر سمجھکر آپ کی امیت کی تکذیب نہ کر سکے پھر دلائل عقلیہ بھی آپ کے امی محض ہونے پر ہی قایم ہیں۔

تاریخی روایتیں ہم نے قصداً اس لئے نظر انداز کر دیں کہ مسلمان مورخین کی روایتوں کو مخالفین اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اگرچہ ایسی حالت میں کہ خود ان کے پاس رسول کے امی ہونیکے خلاف میں کوئی تاریخی وثیقہ موجود نہیں ہے ہماری روایتوں کو جھٹلانا بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

دلیل ہمیشہ وجود شئی پر ہوا کرتی ہے۔ منع کیلئے دلیل ضروری نہیں ہے پس جب تک وجود شئی پر دلیل ندارد ہے نقیض ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام پڑھے لکھے نہیں تھے مخالفین اسلام دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ تھے۔ اب دلیل کا لانا مخالفین کے ذمہ ضروری ہے

اور جب تک وہ اپنے اس دعوے پر صحیح دلیل پیش نہ کریں، ہمارا انکار باطل نہیں ہو سکتا درحالیکہ ہم اپنے انکار پر عمدہ شواہد اور مضبوط اسناد بھی رکھتے ہیں۔

عرب کے کفار اور مشرکین اور علمائے اہل کتاب کا آپ کے تعلیم یافتہ ہونے کے متعلق کچھ نہ لکھنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ آپ کو امی محض تسلیم کرتے تھے۔

علمائے یورپ عموماً آپ کو امی محض ناتعلیم یافتہ ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اِن میں سے بعض مستند اور محققین علمائے یورپ کے اقوال کو ہم اپنی سند میں پیش کرتے ہیں جو مخالفین پر ہماری عمدہ دلیل اور قوی حجت ہے

(۱)

ڈاکٹر گستاولی بان۔ فرانس کا مشہور مورخ اور مستند محقق لکھتا ہے[۱]

"اس پیغمبر اسلام۔ اس **نبی امی** کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت"
"ہے جس کی آواز نے ایک قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر"
"کے زیر حکومت نہیں آئی تھی۔ رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اس نے"
عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا"

اس جملہ میں 'نبی امی' کے الفاظ ہمارے دعوے کی صراحت کرتے ہیں یہی ڈاکٹر پھر آگے چلکر اور زیادہ صاف الفاظ میں[۲] لکھتا ہے۔

"کہتے ہیں کہ آپ نبی امی تھے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ"

---

[۱] کتاب تمدن عرب (مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی) صفحہ ۴۔ [۲] تمدن عرب صفحہ ۱۰۲

"(۱) اگر آپ عالم ہوتے تو شاید قرآن میں مضامین کا سلسلہ"
کسی قدر بہتر ہوتا۔
"(۲) اس کے ساتھ ہی یہ بھی نہایت قرین قیاس ہے کہ اگر آپ"
"ایک شخص فاضل ہوتے تو نئے مذہب کی اشاعت نہ کر سکتے"
"کیونکہ ان پڑھ" ہی کچھ ان پڑھوں کی ضرورتوں کو زیادہ"
"جانتے ہیں اور انہیں راہ پر لا سکتے ہیں۔ امی ہوں یا"
"غیر امی حضرت میں اعلیٰ درجہ کی عقلمندی تھی جو ہمیں حضرت سلیمان کی"
"اس فہم و ادراک کو یاد دلاتی ہے جس کا ذکر کتب یہود میں ہے"

ڈاکٹر لی بان نے مضامین قرآن کی ترتیب پر جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب ہم انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور ثبوت میں دیں گے اور ثابت کر دیں گے کہ جس بے ترتیبی کو ڈاکٹر صاحب محل طعن خیال کرتے ہیں وہی قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔

جناب رسول خدا کے امی ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے جو دوسری دلیل قرین قیاس بتائی ہے وہ بلاشبہ عجیب دلیل ہے مخالفین اسلام کو اس پر غور کرنا چاہیئے بہرکیف ان عبارات سے ہمارا اتنا مدعا ثابت ہو گیا کہ ڈاکٹر لی بان بھی ہمارے پیغمبر اسلام کو امی اور بڑا عاقل تسلیم کرتے ہیں۔

(۲)

اگرچہ محمدؐ کی طبیعت میں ہر شئے کی تہ کو پہنچ جانیکا ایک قدرتی وصف تھا مگر تعلیم اس کی بہت ناقص تھی اور اس میں بھی شبہ ہے کہ وہ پڑلکھ بھی سکتا تھا یا نہیں ؟ بلکہ زبان عربی کے قواعد نظم و قوانی سے وہ اس قدر ناواقف تھا کہ ایک شعر بھی بغیر کچھ نہ کچھ غلطی کئے نہیں لکھ سکتا تھا۔

(۳)

ریورنڈ جان فنڈر صاحب نے کھلے الفاظ میں تصریح کی ہے کہ محمدؐ توریت و انجیل نہیں پڑھے ہوئے تھے۔

(۴)

مشہور محقق علامہ گبن آنحضرتؐ کی تعلیم کے متعلق یوں رقمطراز ہے کہ " محمدؐ ایک مطلق ناخواندہ وحشی تھا اس نے جوانی میں لکھنے پڑھنے کے فنون کو مطلق نہیں سیکھا تھا ناظرین " جوانی " کے لفظ سے یہ دھوکا نہ کھائیں کہ آنحضرتؐ نے جوانی کے بعد بڑھاپے میں علم حاصل کیا ہوگا اور نہ گبن صاحب کا یہ مطلب ہے مورخ	Mohamad was an illiterate barbarian his youth had never been instructed in the arts of reading and writing

علہ انسائکلوپیڈیا برٹانیکا - عہ کتاب میزان الحق باب سوم عہ تاریخ زوال سلطنت روم صفحہ ۲۲

جوانی کا لفظ صرف اس لئے لکھا ہے کہ جوانی ہی
تعلیم کا زمانہ ہے بڑھاپے میں نئے سرے سے
نہ کوئی پڑھتا نہ پڑھ سکتا ہے اور ہمارے رسول
مقبول کے حالات سے جو شخص کچھ بھی واقف ہے
وہ جانتا ہے کہ آپ کو جوانی کے بعد تعلیم کا موقع
ہی نہیں ملا اور چالیس برس کی عمر میں تو نزول
قرآن شروع ہو گیا آپ کی جوانی آپ کیلئے
امن کا زمانہ تھا اور وہی وقت آپ کو تعلیم حاصل
کر سکنے کا تھا اس کے بعد تو آپ کو چین سے بیٹھنا محال
ہو گیا علم کا حاصل کرنا تو بڑی بات تھی۔

(۵)

علامہ تھامس کارلائل ایک مشہور یوروپین مورخ
اور نہایت درجہ کا متعصب ہے۔ محمد علیہ التحیۃ
والثنا کی نبوت اور آپ کے سچے مذہب
اسلام کی تکذیب میں اس نے کوئی بات اٹھا
نہیں رکھی ہے یہانتک کہ آخر مسیحی تعصب
کے جوش میں آکر آپے سے باہر ہو گیا اور
مذہب اسلام کے بارہ میں صاف صاف لکھدیا
کہ اس (محمدؐ) کا مذہب حماقتوں اور جھوٹی باتوں کا
مجموعہ ہے*۔

(History of the decline and fall of the Roman Empire) by Edward Gibbon Page 220 Vol II

His religion is a mere mass of quackery & fatuity. In other circumstances we must not forget that he had no school learning at all. The art of writing was but just introduced into Arabia it seems to be the true opinion that Mohamed

* کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ مصنفہ علامہ کارلائل سنہ ۱۸۴۱ء

پھر آگے چلکر پیغمبر اسلام کی تعلیم کے متعلق یوں زہر اگلتا ہے کہ :-

بہرحالت ہم کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اس (محمدؐ) نے مطلق کوئی مدرسہ کی تعلیم نہیں پائی تھی فن کتابت ملک عرب میں عین اسی وقت لایا گیا تھا اور بلاشبہ یہ صحیح رائے ہے کہ محمدؐ ہرگز لکھ نہیں سکتا تھا صحرائی زندگی اور صحرائی تجربے اس کی ساری تعلیم تھی اور اس کے سوا اس کو کچھ نہیں آتا تھا ۔ فقط

"عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" جناب کارلائل صاحب نے تو پیغمبر اسلام کو نا تعلیم یافتہ کہکر خوب دل کے پھپھولے توڑے ہیں اور اس ناخواندگی کو سخت ترین معائب میں داخل کیا ہے اور اسی امر کو دلیل ناشائستگی اور عدم نبوت کی قرار دی ہے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ امی ہونا تمام عالم کے انسان کے لئے عیب اور پیغمبر اسلام کیلئے اعلیٰ درجہ کا کمال ہو گیا ہے چنانچہ اسی کمال کے ابطال کے لئے میور صاحب جیسے بعض متعصب مسیحی مورخین نے آپکو تعلیم یافتہ ثابت کرنیکی

never could write. Life in the desert with its experiences was all his educa tion, so much and no more of it was he to know.

Heroes and Hero-ship and the Heroice in The History by Thomas Carlyle Page 1840

ہیروز اینڈ ہیروورشپ ۱۲

کوشش کی ہے جس کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے۔

بہرکیف اس مقام پر ہمارا مقصود صرف اتنا ہی ثابت کرنا تھا کہ پیغمبر اسلام امی محض تھے نہ آپ کو پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا آتا تھا اور الحمد للہ کہ علاوہ عقلی دلائل کے خود دشمنان اسلام کی زبان سے بھی ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کر دکھایا۔

ان علمائے مورخین کے علاوہ علامہ ڈیون پورٹ علامہ باسور سمتھ اور علامہ ریورنڈ راڈویل نے اپنی اپنی کتابوں اور دیباچۂ ترجمہ قرآن مجید میں پیغمبر اسلام کے امی ہونے کی صراحت کی ہے یہ سب کتابیں مطبوع و مشتہر ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے ہم نے جتنے اقاویل نقل کر دیئے ہیں وہ ہماری سند کے لئے کافی ہیں۔

دسویں دلیل

مخالفان اسلام خصوصاً متعصب علمائے یورپ اور پادریوں نے نہایت سر توڑ کوششیں کیں کہ محمد عربی کا تعلیم یافتہ ہونا ثابت کریں مگر جب کہیں سے کوئی

راہ نہ ملی۔ تاریخی اوراق میں کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی دستیاب نہیں ہوئی اور اپنی تمام ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تھک گئے تو مجبور ہو کر اور آنکھوں پر تعصب وبے انصافی کی دوہری پٹیاں باندھ کر مسلمانوں ہی کے علم حدیث و روایت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہیں تو بے سروپا روایتوں کو اپنا ثبوت بنایا کہیں صحیح روایتوں میں لفظی یا معنوی تحریف کردی پھر ان ناحق کوششوں پر بھی جو کچھ کامیابی ان کو نصیب ہوئی وہ ہمارے ذیل کے بیانات مدللہ سے ناظرین پر روشن ہو جائے گا۔

پہلا واہمہ

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جرمنی اپنی مشہور تصنیف "لائف آف محمدؐ" میں ثابت کرتے ہیں کہ محمد عربیؐ کے دادا عبد المطلب کے انتقال بعد جب آپ اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں آئے اور وہ بدستور سابق تجارت کی غرض سے شام کو جانے لگے تو محمدؐ کو بھی جن کی عمر اسوقت بارہ برس کی تھی اپنے ساتھ لے گئے جب ابو طالب شام کے ایک قصبہ بُصریٰ میں پہونچے تو یہاں ایک صومعہ میں بحیرہ نامی مسیحی راہب سے ملاقات ہوئی جو توریت و انجیل کا بڑا عالم تھا۔ ابوطالب چند مہینے[1] یہاں مقیم رہے اور اس مدت میں پیغمبر اسلام اس سے توریت پڑھتے رہے پھر جب واپس ہونے لگے تو راہب کو پیغمبر کے ساتھ مکہ کو روانہ کیا اور آپ نے اس سے تمام و کمال علم حاصل کیا۔

---

[1] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ [2] یعنی چند مہینے Several months

اسی کے قریب قریب ڈاکٹر گستاولی بان نے بھی ایک روایت لکھی ہے[1] کہ

روایت ہے کہ حضرت کے چچا آپ کو ایک مرتبہ اپنے ہمراہ
شام کے سفر میں لے گئے اور حضرت بُصریٰ کے ایک نصرانی
خانقاہ میں ایک راہب سے ملے جس نے آپ کو توراۃ
کی تعلیم دی،،

ہم اس سے پہلے کے صفحات میں ڈاکٹر لی بان کے قول کو نقل کر چکے ہیں جس میں انھوں نے کافی طور پر صراحت کی ہے پیغمبر اسلام امی و نا تعلیم یافتہ تھے اور صرف صراحت ہی نہیں بلکہ اسپر دلیل بھی قایم کی ہے۔ اس کلام میں لفظ" روایت ہے" نہ ہوتا تو ہم ان دونوں متضاد و متناقض بیانات کو ایک جگہ لکھکر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں کچھ عرض کرنے پر مجبور ہوجاتے لیکن، روایت ہے کے لفظ نے بھرم رکھ لیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف نے صرف ایک روایت کو نقل کر دیا ہے۔ نہ ان کے نزدیک یہ روایت معتبر ہے نہ خود ان کا یہ مسلک ہے۔ جیسا کہ آپ انھوں نے آگے چلکر صراحت کر دی ہے اور جس کو ہم نے کسی گذشتہ صفحہ میں نقل بھی کر دیا ہے۔

البتہ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کی تحریر میں چار امور غور طلب اور قابل تنقیح و بحث ہیں۔

(۱) بُصریٰ میں پیغمبر اسلام کا ابوطالب کے ساتھ چند مہینے قیام کرنا۔

(۲) اس مدت قیام میں بحیرا راہب سے توریت پڑھنا۔

(۳) ابوطالب کا بحیرا کو آپ کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ کرنا۔

(۴) مکہ معظمہ میں آپ کا بحیرہ سے تعلیم پانا۔

---

[1] تمدن عرب مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی صفحہ ۹۱

ان امور پر بحث کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے اس سفر شام کا اتنا حال جو تمام مورخین کے نزدیک مسلم ہے ملخصاً بیان کردیں پیغمبر اسلام علیہ التحیتہ والسلام کل بارہ برس کے تھے[1] کہ ابوطالب آپ کو ساتھ لیکر تجارت کی غرض سے شام کیطرف گئے اور شام کے ایک شہر بصری میں پہونچکر بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی۔ یہ بحیرہ، ایک نصرانی مسیحی عالم تھا توریت و انجیل اور زبان عربی کا بڑا فاضل۔ نہایت متورع، عابد و زاہد، اور راہب عزلت گزین تھا۔ شہر بصری کے قریب ایک صومعہ میں دن رات عبادت کیا کرتا تھا۔

جب ابوطالب کے ساتھ پیغمبر اسلام یہاں وارد ہوتے اور آپ سے چند عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کو بحیرہ نے اپنی انکھوں دیکھا پھر خاص کر آپ سے ملاقات کی۔ آپ کے اخلاق۔ اوصاف اور بشرے پر غور کیا۔ باتیں سنیں۔ جمال ظاہری اور کمال باطنی کو ما فوق العادت پایا تو حیران رہ گیا اور پھر بہت محظوظ و مسرور ہو کر ابوطالب سے کہا کہ مجھکو آپ کے اس بھتیجے کے اوصاف عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں اور مجھکو یقین ہے کہ یہ وہی شخص مبشر ہے جسکی نسبت توریت و انجیل اور صحف انبیاء میں پیشنگوئی کی گئی ہے اس میں تمام آثار نبوت کے پائے جاتے ہیں اس کو اللہ تعالی عنقریب خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گا اس پر نبوت ختم ہوجائیگی اور اسکی مکمل شریعت کل شرائع سابقہ کو منسوخ و ناقابل کردیگی۔ لہذا آپ اس کو آگے کہیں شام میں نہ لے جائیے کیونکہ یہود وغیرہ اس کے دشمن ہیں وہ ایذا پہونچانا چاہیں گے بہتر ہے کہ آپ یہیں سے مکہ کو واپس چلے جائے

---

[1] سر ولیم میور نے بھی چارہ کار نہ دیکھکر اپنی کتاب لائف آف محمد میں تسلیم کیا ہے کہ اس سفر کے وقت آپ بارہ ہی برس کے تھے۔

ابوطالب کو بھی راہب کی بات پسند آگئی جلد جلد سامان تجارت کو فروخت کیا جو کچھ خریدنا تھا خرید لیا۔ بحیرہ راہب نے مہمانی کے بعد ناشتہ ساتھ کیا اور ابوطالب پیغمبر کو ساتھ لیکر جلد مکہ معظمہ کو واپس ہو گئے اس کے بعد پھر کسی سفر میں آپ کو ساتھ نہیں لے گئے اور جب تک زندہ رہے بحیرہ کی وصیت کے مطابق آپ کی حفاظت و نگرانی کرتے رہے۔

اس مبارک قافلہ کی روانگی کے بعد زریر، تمام اور ادریس وغیرہ چند اہل کتاب جنھوں نے بحیرہ کی طرح پیغمبر اسلام کے خلاف عادت عجیب امور دیکھے اور سنے تھے بحیرہ کے پاس آپ کو ڈھونڈتے ہوئے پہونچے بحیرہ نے کہا کہ توریت و صحف انبیاء میں ایک خاتم الانبیاء کی بشارت دی گئی ہے اور جو صفتیں اس کی بیان کی گئی ہیں وہ اس آنیوالے لڑکے میں موجود ہیں تم اس کے پیچھے نہ پڑو۔ شاید کہ یہ وہی شخص ہو۔ یہ سنکر وہ سب لوگ بحیرہ سے رخصت ہو کر چلے گئے یہ واقعہ ابن اسحاق اور ابن ہشام وغیرہ معتبر و مستند کتب سیر میں موجود و مصرح ہے اس تلخیص کے بعد اب ہم ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کے چاروں امور کی تنقیح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

(۱)

ڈاکٹر صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام اپنے چچا ابوطالب کیساتھ بصریٰ میں چند مہینے (Some months) مقیم رہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ پیغمبر اسلام کا چند مہینے بصریٰ میں قیام کرنا کس تاریخ یا کس نوشتہ میں ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون کو کہاں سے لیا اسلامی و غیر اسلامی کسی معتبر تاریخ میں تو اس مدت کا پتہ نہیں ہے۔

واقعات سے تو اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ آپ نے زیادہ سے زیادہ بُصریٰ میں ایک مہینہ قیام کیا ہو۔ اس لیے کہ بصریٰ پہونچتے ہی بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی ملاقات کے بعد ہی راہب نے ابو طالب کو محمد مصطفےٰ کی حفاظت اور مکہ کو واپس جانے کی ہدایت دی اور جیسا کہ ابن ہشام لکھتا ہے۔

فخرج به عمه ابو طالب سریعاحتی اقدمه مکة حین فرغ من تجارته۔	پیغمبر خدا کے چچا ابو طالب اپنی تجارت سے فارغ ہوتے ہی آپ کو لیکر جلدی سے چل کھڑے ہوئے یہانتک کہ آپ کو مکہ پہنچا دیا۔

اور ظاہر ہے کہ جب آنحضرت کو مکہ میں جلد پہنچا دینا منظور تھا تو چند مہینوں کے قیام کا کیا کام تھا؟ پس اتنی قلیل مدت جو کاروبار کے جلد ختم کرنے اور مشقت اور وطن کو جلدی پہونچنے کی دُھن میں صرف ہوتی ہوا دنیٰ درجہ کی تعلیم کے لئے بھی کافی نہیں ہے نہ کہ ایسی تعلیم جو قرآن جیسی کتاب تصنیف کرا دے۔

(۲)

اتنی مدت قیام میں توریت کا پڑہنا۔

ڈاکٹر اسپرنگر اور علامہ سر ولیم میور کا یہ دعوٰی کہ سفر شام جیسی قلیل مدت میں جناب رسول خدا صلعم نے بحیرہ راہب سے توریت شریف پڑھ لی بالکل غیر صحیح ہے اور کسی سمجھدار کو ایسی بھونڈی بات کہنی لائق نہیں ہے۔

اولاً:- اسوجہ سے کہ یہ خود ایک بے سند بات ہے جسکی بنا محض واہمہ اور قیاس فاسد ہے۔ فقط ملاقات کا ہونا دلیل نہیں ہوسکتا کہ آپ نے تعلیم بھی پائی ہو جب تک کوئی صاف وصریح روایت نہ ہو اتنا بڑا دعوٰی کہ پیغمبر اسلام

نے بحیرا راہب سے توراۃ پڑھی اور دلیل میں صرف ملاقات کو پیش کرنا سفسطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

ثانیاً :۔ اس وجہ سے کہ توریت عربی زبان میں تھی اور آنحضرتؐ عربی سے محض ناواقف تھے۔ جیساکہ مورخین اور علمائے یورپ کو بھی تسلیم ہے اگر یہ کہا جائے کہ اتنی ہی مدت اور حالت سفر میں جب کہ وطن کو جلدی پہونچنے کی دُھن بھی تھی، پیغمبر خدا نے عربی زبان سیکھی اور سیکھ چکنے کے بعد توریت پڑھی، تو البتہ، لیکن کیا کوئی ذی فہم ایسی لاطائل بات کہنے کی جرات کرسکتا ہے؟ اور اگر اس کہنے کی جرأت کرے تو کوئی سمجھدار باور کرسکتا ہے۔

اگر معترض کہے کہ توریت عربی میں نہ سہی، عربی میں پڑھی ہوگی تو یہ بھی خلاف مسلمات ہے کیونکہ تواریخ اور علمائے یورپ کے بیانات سے بخوبی ثابت ہے کہ عہد رسول اللہ صلعم تک توریت وانجیل کا ترجمہ عربی میں نہیں ہوا تھا چنانچہ علامہ ریورنڈ راڈویل صاحب اپنے ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ :۔

ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ہماری کتب مقدسہ کبھی محمدؐ کو دستیاب ہوگئی ہوں گو یہ صرف ممکن ہے کہ عہد عتیق یا عہد جدید کے ٹکڑے خدیجہ یا ورقہ یا مکے کے اور عیسائیوں کے ذریعے جن کے پاس ہماری مقدس کتاب کے قلمی نسخے موجود ہوں گے ان (محمدؐ) کے پاس

سمجھ گئے ہوں اور یہ امر بھی ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ ہم کو کوئی صاف سراغ اس امر کا نہیں ملتا کہ کوئی عربی ترجمہ عہد عتیق یا عہد جدید کا محمدؐ کے زمانہ سے پہلے موجود تھا۔

علامہ کارلائل جیسا متعصب عیسائی اپنی مشہور کتاب میں لکھتا ہے ع‍

میں نہیں سمجھتا کہ اس نسطوریہ راہب (بحیرا) کی نسبت کیا کہوں ؟ جس کے پاس ابو طالب اور اس (محمدؐ) کا ٹھیرنا بیان کیا جاتا ہے۔ کوئی درویش (محمدؐ) ایسے نوعمر کو کیا سکھا سکتا تھا غالباً اس نسطوریہ راہب کے متعلق بہت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے (کیونکہ) محمدؐ صرف چودہ برس کے تھے اور سوائے اپنی زبان (عربی) کے کچھ نہیں جانتے تھے وہ شام میں صرف ایک ناسمجھ اجنبی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۲

I know not what to
make of that Sergiaus
the Nestorian monk
whom Abutalib and
he are said to have
lodged with, or
how much any
monk could have
taught one still
so young. Probably
it is greatly exaggrated
this of the Nestorian
monk. Mohummud
was aubly fourteen
had no language
but his own much
in Syria must have
been a strange unin-
telligible. *

ع‍ ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ ۱۸۴۰ء حاشیہ پر ہم نے کتاب مذکور کی انگریزی عبارت بھی بلفظہ نقل کردی ہے۔

* From Heroes, Hero-worship & the heroic in the History by Thomas Carlyle

علامہ کارلائل نے اس مقام پر تین باتوں کی صراحت کی ہے جن میں ایک غلط اور دو صحیح ہیں۔

اول :- یہ کہ آنحضرت عربی کے سوا جو ان کی مادری زبان تھی دوسری کوئی زبان نہیں جانتے تھے۔ اور یہ توریت نہ پڑھنے کی ایک زبردست سند ہے کیونکہ جب تک زبان نہ معلوم ہو اس زبان کی کوئی کتاب نہیں پڑھی جا سکتی۔

دوسرے :- یہ کہ آپ نے بحیرا راہب سے کچھ سیکھا پڑھا نہیں۔

تیسرے :- علامہ کارلائل نے یہ بیان کیا کہ اسوقت آپ کی عمر چودہ سال کی تھی حالانکہ تاریخی شہادتیں اس کو غلط ثابت کرتی ہیں طبقات[1] ابن سعد اور خصائص[2] الکبری میں جو صحیح روایت کی گئی ہے اس میں صاف ہے کہ سفر شام کیوقت رسولخدا کل بارہ برس کے تھے اور یہ ایسی صحیح تاریخی روایت ہے کہ سر ولیم میور نے بھی اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں اس کو بلا چون چرا تسلیم کر لیا ہے اور اسی کو ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی لائف آف محمد میں اختیار کیا ہے بہرکیف شام کے سفر کے وقت آپ بارہ برس کے رہے ہوں یا چودہ برس کے بحیرا راہب سے آپ کا توریت پڑھنا نہ کسی تاریخی روایت سے ثابت ہے نہ عقل اس کو باور کرتی جیسا کہ یورپ کے علمائے محققین کا خیال بھی ہے۔

ثالثاً :- اس وجہ سے کہ بقول اسپرنگر صاحب اگر آنحضرت کا بصری میں چند مہینے قیام کرنا مان بھی لیا جائے تو اتنی قلیل مدت ایسی اعلیٰ تعلیم کے لئے

---

[1] مطبوعہ لندن جرمن صفحہ ۷۶ - جلد اول -

[2] مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن صفحہ ۸۵ -

جو دنیا بھر کی ہدایت اور اصلاح معاش و معاد کیلئے قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکے، ہرگز کافی نہیں ہو سکتی۔
رابعاً:۔ اس وجہ سے کہ یہ ایک دعویٰ ہے کہ آنحضرت نے بصریٰ میں بحیرا راہب سے توریت پڑھی اور ہم اہل اسلام اس سے منکر ہیں پس جب تک ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے ہم خیال اپنے دعوے پر کوئی بینہ پیش نہ کریں اور کوئی صاف روایت گو ضعیف ہی کیوں نہ ہو اس مضمون کی نہ دکھلا دیں کہ آنحضرت نے راہب سے توریت پڑھی مسلمانوں کا انکار حق بجانب ہوگا اور مسیحیوں کا دعویٰ بلا دلیل غیر مستند۔

(۳)

بحیرا راہب کا پیغمبر اسلام کے ہمراہ مکۂ معظمہ کو جانا۔

(۴)

مکۂ معظمہ میں آنحضرتؐ کا اس سے تعلیم حاصل کرنا۔

ڈاکٹر اسپرنگر اور اُن کے دوست مسٹر ولیم میور نے اسلامی تاریخ کی جس روایت سے اپنے اِن دو دعووں کو مدلل کیا ہے ہم اس کو بجنسہ یہاں نقل کرتے ہیں اور من بعد جو بحث ہم کریں گے اس سے ان صاحبین کے فخریہ اور مایۂ افتخار دعویٰ و دلیل کی ساری قلعی کھل گئی۔

خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے	اخبرنا محمد بن عمرؑ

عہ طبقات ابن سعد صفحہ ۲ و واقدی

حدثنی محمد بن صالح
وعبد اللہ بن جعفر
وابراهيم بن اسمعيل
ابن ابی حبيبة عن داؤد
ابن الحصين قالوا لما
بلغ رسول اللہ اثنی
عشر سنة خرج ابوطالب
الی الشام فی العير التی
خرج فيها للتجارة ونزلوا
بالراهب بحيرا فقال
لابی طالب فی النبی
ما قال وامره ان يحتفظ به
فرده ابوطالب معه
الی مكة وشب رسول اللہ
صلی اللہ عليه وسلم
مع ابی طالب يحفظه
ويحوطه من امور الجاهلية

حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن صالح اور
عبداللہ بن جعفر اور ابراہیم بن اسمٰعیل
بن ابی حبیبہ نے داؤد بن حصین سے
کہ کہا انھوں نے کہ جب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بارہ برس کی عمر کو پہونچے
تو نکلے ابوطالب شام کی طرف اس قافلہ
میں جس میں تجارت کے لئے نکلتے
تھے۔ اور (بصری میں) بحیرا راہب کے
پاس فروکش ہوئے۔ پس کہا بحیرا
راہب نے ابوطالب سے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے بارہ میں جو کچھ کہا اور وصیت
کی ان کو کہ محمد کی نگرانی کرتے رہیں تو واپس
لے گئے آنحضرت کو ابوطالب اپنے ساتھ
مکہ تک اور جوان ہوئے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے
ساتھ درانحالیکہ وہ آپ کی حفاظت
کرتے تھے اور امور جاہلیت سے
بچاتے تھے۔

اس تمام روایت میں صرف جملہ **فردہ ابوطالب معہ الی مكة** اسپرنگر صاحب
اور مسٹر میور کے ثبوت کی پہونچی ہے سو اس کے معنی یوں کئے ہیں کہ "پس
واپس کیا محمد کو ابوطالب نے اس (بحیرا راہب) کے ساتھ مکہ کی طرف"

حالانکہ یہ معنی محض غلط ہیں اور اس کے صحیح معنی وہی ہیں جس کو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے کہ ”پس واپس ہوئے محمد کو ابو طالب اپنے ساتھ مکہ تک یا مکہ کی طرف“

اولاً:- اسوجہ سے کہ معہ سے پہلے ابو طالب اور بحیرا دو اسم ظاہر ہیں ابو طالب معہ کے متصل ہے اور بحیرا اس سے بہت دور ہے ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور ان کے ہم خیال معہ میں جو ضمیر واحد مذکر ہے اس کا مرجع بحیرا کو قرار دیتے ہیں یعنی ابو طالب نے محمدؐ کو بحیرا کے ساتھ مکہ واپس کیا حالانکہ یہ بالکل غلط اور اصول نحو و عربیت کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ضمیر ہمیشہ اپنے سے اقرب اسم ظاہر کی طرف پھرتی ہے جب ایک اسم ظاہر ابو طالب ضمیر معہ کے متصل ہی واقع ہے۔ اور وہ اس کا نہایت صحیح مرجع ہوتا ہے تو کیا ضرور ہے کہ ہم خواہ مخواہ بیچ میں سے کود کر بحیرا کو اس کا مرجع قرار دیں جو معہ سے بہت دور بھی واقع ہے اور اصول درایت کے لحاظ سے وہ صحیح مرجع ہو بھی نہیں سکتا۔ درایت۔ عقل۔ اصول نحو اور اصول عربیت ہر اعتبار سے معہ کا مرجع ابو طالب ہی کو قرار دینا صحیح ہے یعنی بحیرا کی باتیں سنکر ابو طالب محمدؐ کو اپنے ساتھ مکہ کی طرف واپس ہوئے نہ اس میں کوئی پیچیدگی ہے نہ فن نحو کی خلاف قاعدگی ہے بلکہ یہ نہایت صاف و سیدھا رستہ ہے۔

ثانیاً:- اسوجہ سے کہ ابن اسحاقؒ وغیرہ کی صحیح روایتیں بھی اسپرنگر صاحب کے اس مسلک کی تکذیب کرتی ہیں چنانچہ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ

فخرج به عمه ابو طالب سریعا حتی اقدمه مکة	پس نکلے آپ (محمدؐ) کے ساتھ آپکے چچا ابو طالب جلدی سے یہانتک کہ آپ کو مکہ پہونچا دیا۔

اگر واقدی وابن سعد رحمہا اللہ کی عبارت فَرَدَّہٗ مَعَہٗ مبہم بھی مانی جائے تو ابن اسحاق رحمہ اللہ کی یہ روایت اس ابہام کو بالکل رفع اور واقعہ کو نہایت صاف کر دیتی ہے کہ ابوطالب نے بحیرا کو ساتھ نہیں کیا بلکہ اس کی باتیں سنکر خود اپنے بھتیجے کے ساتھ جلدی سے چل کھڑے ہوئے اور آپ کو مکہ پہونچا دیا۔

ثالثاً :۔ اس وجہ سے کہ عقل سلیم بھی اسی بات کو تجویز کرتی ہے کہ ابوطالب نے بحیرا کے ساتھ آپ کو روانہ نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ خود اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے کیونکہ ابوطالب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز رکھتے اور ان کی بہت حفاظت کرتے تھے چنانچہ اس خوف سے کہ کہیں یہود اور اہل کتاب نقصان نہ پہونچائیں آپ کو مکہ معظمہ واپس پہونچا دیا اور شام کیطرف آگے نہیں بڑھنے دیا اور جب اتنی حفاظت مدنظر تھی تو کیسے قیاس میں آسکتا ہے کہ خود شام ہی میں رہ گئے ہوں اور آنحضرت کو جو کل بارہ برس کے تھے بحیرا ایک غیر شخص کے ساتھ مکہ واپس کر دیا ہو۔

مانا کہ بحیرا ایک مرد پرہیز گار تھا اور اسپر ابوطالب کو بھروسہ اور اعتماد بھی رہا ہوگا۔ لیکن پھر بھی غیر کفو کا، اجنبی ملک کا اور غیر مذہب کا آدمی تھا اور اس پر اتنا بھروسہ کرنا قرین عقل نہیں ہو سکتا۔ بحیرا عیسائی مذہب کا پیشوا تھا اس نے خود ابوطالب سے کہا کہ اہل کتاب محمد کے دشمن ہیں اگر ان کو شام وروم میں لیجاؤ گے تو وہ لوگ ان کو ایذا پہونچائیں گے بلکہ قتل بھی کر ڈالیں تو ان سے دور نہیں تو باوجود اس کے کہ بحیرا نے محمد کی جان کو معرض خطر میں بتایا اور اپنے ہی مذہب کے لوگوں کو آپ کا دشمن خالص قرار دیا، کیونکر ابوطالب آپ کو تنہا بحیرا کی رفاقت میں مکہ واپس کر سکتے تھے یہ احتیاط کو بالکل خلاف اور رشتہ داری کے بالکل منافی تھا

لیے ضرور سمجھنے اور سوچنے کی بات تھی کہ آخر بحیرا ابھی عیسائی مذہب کا پابند ہے اسوقت ناصح بنا ہے شائد آئندہ اسی کی نیت بدل جائے یا کوئی حادثہ ہی ایسا پیش آجائے جس سے مجبور ہو کر وہ خود محمدؐ کو قتل کرنے پر یا قتل کرانے پر آمادہ ہو جائے تو غریب الوطنی میں کون حمایت کرنے آئے گا ؎

تو از چنگال گرگم در ربودے ٭ چو دیدم عاقبت خود گرگ بودے

غرض یہ بالکل خلاف عقل ہے کہ ابو طالب نے محمدؐ کو بحیرا کے ساتھ واپس کیا اور خود شام میں رہ گئے بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

رابعاً — اسوجہ سے کہ ترمذی[1] کی حدیث جسپر ڈاکٹر اسپرنگر نے بہت کچھ تکیہ کیا[2] ہے۔ وہ بھی ڈاکٹر صاحب کے دعوے کی کھلے الفاظ میں تکذیب کرتی ہے۔

حدثنا الفضل بن سهل ابو العباس الاعرج البغدادی نا عبد الرحمن بن غزوان نا یونس بن ابی اسحٰق عن ابی بکر بن ابی موسی الاشعری عن ابیه قال خرج ابو طالب الی الشام وخرج معه النبی فی اشیاخ من قریش۔	حدیث بیان کی ہم سے فضل بن سہل ابو العباس اعرج بغدادی نے کہ خبر دی ہم کو عبد الرحمٰن بن غزوان نے کہا خبر دی ہم کو یونس بن ابی اسحاق نے ابو بکر بن ابو موسی اشعری سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نکلے ابو طالب شام کیطرف اور نکلے اُن کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درحالیکہ بہت سے شیوخ قریش ساتھ تھے

[1] مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۲ [2] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۵۲ء جلد ۲۱۔

فلما اشرفوا علی الراھب
ھبط فحلوا رحالھم فخرج
الیھم الراھب وکانوا
قبل ذالک یمرون بہ فلا
یخرج الیھم ولا یلتفت
قال فھم یحلون رحالھم
فجعل یتخللھم الراھب
حتی جاء فاخذ بید رسول
اللہ فقال ھذا سید
العالمین یبعثہ اللہ
رحمۃ للعالمین فقال لہ
اشیاخ من قریش ما علمک
فقال انکم حین اشرفتم
من العقبۃ لم یبق
حجر ولا شجر الا خرسا جدا
ولا یسجدان الا النبی۔
وانی اعرفہ بخاتم النبوۃ
اسفل من غضروف
کتفہ مثل التفاحۃ ثم رجع
فصنع لھم طعاما فلما
اتاھم بہ فکان ھو فی

تو جب یہ لوگ راہب کے پاس پہونچے نیچے
آیا وہ پھر لوگوں نے اپنی کجاووں کو کھولا پس
راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ اس کے پہلے
جب یہ لوگ ادھر سے گذرتے تھے
تو راہب نہ تو ان کی طرف آتا تھا نہ التفات
کرتا تھا (الغرض) یہ لوگ اپنے کجاووں
کو کھولتے تھے کہ راہب بیچ میں سے
آنے جانے لگا یہانتک کہ وہ (نزدیک)
آیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ہاتھ پکڑ لیا پھر کہنے لگا کہ یہہ شخص
عالموں کا سردار ہے۔ (عنقریب) اللہ
اس کو مبعوث کرے گا درحالیکہ وہ عالموں کے
لئے رحمت ہوگا پس شیوخ قریش
نے پوچھا کہ یہہ تجھکو کیسے معلوم ہے؟ اس نے
کہا کہ جب تم لوگ عقبہ سے نیچے اترے
تو کوئی پتھر اور درخت ایسا نہیں تھا
جو اس کو سجدہ نہ کرتا ہو حالانکہ یہہ دونوں
سجدہ نہیں کرتے مگر نبی کو اور میں بیشک
پہچانتا ہوں اس نبی کو اس مہر نبوت سے
جو اس کے مونڈھے کے نیچے ہے مثل
سیب کے پھر راہب لوٹ گیا اور ان لوگوں

رعية الابل فقال ارسلوا اليه
فاقبل وعليه غمامة
تظله فلما دنا من القوم
وجدهم قد سبقوه الى
فئ الشجرة فلما جلس
مال فئ الشجرة عليه فقال
انظروا الى فئ الشجرة
مال عليه فبينما هو قائم
عليهم وهو يناشدهم
ان لا يذهبوا به الى
الروم فان الروم ان
رأوه عرفوه بالصفة فيقتلونه
فالتفت فاذا السبعة قد
اقبلوا من الروم فاستقبلهم
فقال ما جاء بكم قالوا جئنا
ان هذا النبي خارج
في هذا الشهر فلم يبق
طريق الا بعث اليه
باناس وانا قد اخبرنا
خبره بعثنا الى طريقك
هذا فقال هل خلفكم

کیواسطے کھانا تیار کیا تو جب کھانا ان کے
پاس لایا ورانحالیکہ رسول اللہ اونٹوں کے
چرانے میں مصروف تھے تو راہب نے
کہا کہ محمد کو بلاؤ پھر آپ آئے ایسی حالت میں
کہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کیے تھا پس
جب قوم کے نزدیک آگئے تو دیکھا کہ سب
لوگ پہلے ہی درخت کے سایہ میں جا بیٹھے
ہیں پھر جب رسول اللہ بیٹھ گئے تو درخت
کا سایہ بڑھ کر آپ پر جا رہا پھر راہب نے
لوگوں سے کہا کہ دیکھو درخت کا سایہ ان
پر بڑھ گیا ہے پھر وہ ان کے بیچ میں کھڑا
ہوا تھا اور ان کو اللہ کی قسم دیکر کہ رہا تھا
کہ محمد کو روم کی طرف نہ لیجاؤ کیونکہ روم والے
اگر ان کو دیکھیں گے تو بتائی ہوئی تعریف
سے ان کو پہچان لیں گے پھر ان کو
مار ڈالیں گے پھر پھرا راہب اس
درمیان میں سات آدمی آگئے جو
روم سے آئے تھے تو راہب نے آگے
بڑھ کر ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو
انھوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ اس
نبی کا اس شہر میں آنیکی خبر تھی تو کوئی رستہ

احد ھو خیر منکم قالوا انما اخبرنا خبر بطریقك هذا قال افرأيتم امرا اراد الله ان يقضيه هل يستطيع احد من الناس رده قالوا لا قال فبايعوه واقاموا معه قال انشدكم بالله ايكم وليه قالوا ابو طالب فلم يزل يناشده حتى رده ابو طالب وبعث معه ابو بكر بلالا وزوده الراهب من الكعك والزيت قال هذا حديث غريب

ایسا نہیں جہاں لوگ نہ بھیجے گئے ہوں اور ہمکو ان کی خبر دی گئی کہ وہ نبی اسی راہ پر آسے گا. راہب نے کہا کیا تمہارے پیچھے کوئی ایسا بھی ہے جو تم سب سے بہتر ہو انہوں نے کہا ہم کو تو خبر دی گئی ہے کہ وہ نبی اسی سڑک سے گذریگا تب راہب نے کہا، کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر اللہ کسی کام کو کرنا چاہے تو کوئی انسان اس کو روک دینے پر قدرت رکھتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں. راہب نے کہا تو پھر اس (محمد) کی بیعت کرو پھر سب نے بیعت کر لی اور اقامت کی آپکے ساتھ اسکے بعد راہب نے پوچھا کہ میں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں (بتاؤ) اس (یعنی محمد) کا ولی کون ہے، لوگوں نے کہا ابوطالب پھر راہب ابوطالب سے قسم کھا کھا کر بحث ہی کرتا رہا یہانتک کہ ابوطالب نے آپکو واپس کیا، اور ابوبکر نے آپ کیساتھ بلال کو بھیجا اور راہب نے روٹی اور زیتون کے تیل کا ناشتہ آپ کیساتھ کیا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اسپر نگر صاحب اس حدیث کو جو بالکل اُن کے

دعوے کو ملیامیٹ کر دیتی ہے کیوں پیش کر رہے ہیں اوراس میں کون سی بات انھیں اپنے مطلب کے موافق معلوم ہوتی ہے بلکہ یہ حدیث بارہ وجوہ سے ان کے دعوے کو باطل کرتی ہے۔

(۱)

ایک تو جامع کتاب امام ترمذی خود اس حدیث کو حدیث غریب لکھتے ہیں شائد ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ حدیث غریب کا کیا درجہ ہے! ورنہ وہ اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

(۲)

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب بحیرا راہب نے ابوطالب کو ڈرایا کہ محمد (صلعم) کے شام میں لیجانے سے ان کی جان معرض خطر میں پڑ جائیگی تو وہ ڈر گئے اور آپ کو مکہ واپس کیا اور ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ روانہ کیا۔

اب دیکھو کہ ابوبکر جناب رسول خدا صلعم سے دو برس چھوٹے تھے اس سفر میں رسول اللہ خود بارہ برس کے تھے تو ابوبکر دس ہی برس کے ہوئے یہ عمر کہاں اس کام کی تھی؟ اور اس وقت بلال کہاں ان کی غلامی میں آئے تھے کیونکہ حضرت بلال اپنے اور ابوبکرؓ کے اسلام لانے کے بعد ابوبکرؓ کی غلامی میں آئے اور ابوبکر جب مسلمان ہوئے تو پورے جوان ہو چکے تھے۔

اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی یہ صاف دلیل ہے۔

(۳)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوطالب نے پیغمبر کو مکہ واپس کیا، ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ کیا اور راہب نے آپ کو راہ کا ناشتہ دیا۔

ناشتہ کے ساتھ کرنے سے بھی صاف ظاہر ہے کہ بحیرا راہب آپ کیساتھ

نہیں گیا بلکہ جب آپ مکہ کو واپس جانے لگے تو اس نے راہ میں کھانے کیلئے ناشتہ ساتھ کر دیا۔

(۴)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابو طالب پہلی مرتبہ جب رسول اللہ کو لیکر بصریٰ میں وارد ہوئے تو بحیرا راہب تپاک سے ملا اور بہت آؤ بھگت سے پیش آیا اور اس سے پہلے بارہا ابو طالب وغیرہ کا ادھر سے گذر ہوا مگر کسی دفعہ نہ وہ متوجہ ہوا نہ بات پوچھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ بحیرا راہب کی یہ پہلی ہی بے تکلفی ابو طالب کے ساتھ تھی اور اس سے پہلے کوئی عمدہ شناسائی نہ تھی ظاہر ہے کہ جب ابو طالب بارہا ادھر سے گذرے اور بحیرا راہب نے کبھی بات تک نہ پوچھی تو پہلی ہی ملاقات میں گو وہ کیسی ہی بے تکلفی کی ہو۔ اتنا بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا کہ ابو طالب اپنے ایسے عزیز بھتیجے کو تنہا اس کے ساتھ مکہ روانہ کرتے۔

(۵)

اس وقت یکایک میرے ذہن میں ایک اور بات آگئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری ہی جدت ہے جسکو مجھ سے پہلے کسی نے اب تک نہیں لکھا ہے یا ممکن ہے کہ لکھا ہو لیکن میری نظر سے ابتک نہیں گذرا۔

بحیرا راہب مسیحی عالم نہایت دوراندیش اور توریت و انجیل سے خوب واقف تھا جب آنحضرت بصریٰ میں وارد ہوئے اور اس نے آپ کی چند کراماتوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو پہچان گیا کہ یہ وہی شخص ہے جسکی نسبت توریت و انجیل میں پیشینگوئی کیگئی ہے کیونکہ خاتم الانبیاء کی جو صفتیں صحف انبیاء اور کتب مقدسہ میں بتائی گئی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں یہ عنقریب مبعوث ہوگا۔ اس کی ربانی آواز سے تمام کرۂ عالم گونج اٹھیگا یہ کل ادیان سابقہ کو منسوخ

و ناقابل عمل کر دے گا۔ اس کا دین تمام دینوں پر غالب ہو جائیگا۔ بحیرا، ہزار پرہیزگار سہی مگر وہ ایک مسیحی شخص تھا اس کو اپنے دین کا منسوخ و مغلوب ہونا کیونکر پسند آسکتا تھا، لہذا اس نے یہ عجیب چال اختیار کی کہ ناصح بنکر ابو طالب پر اپنا اعتبار جمایا اپنے کو محمد (صلعم) کا دلی خیر خواہ ظاہر کیا تاکہ ابو طالب اپنا حرج نکر کے شام میں مصروف تجارت رہیں۔ اور مجھکو محمد (صلعم) کیساتھ مکہ روانہ کریں تو ہیں راستہ میں کسی طرح اس شخص کا خاتمہ ہی کر ڈالوں کہ "رہے بانس نہ بجے بانسری"،

لیکن ابو طالب نہایت دور اندیش تھے۔ وہ راہب کی اس چالیازی کو سمجھ گئے کہ خیر خواہی کے پردہ میں اس کا ضرور کوئی اور منشا رہے ورنہ یہ کہاں سے بڑا ایسا خیر خواہ آیا کہ اپنے دین و مذہب کو مغلوب و باطل کرنیکیلئے محمد (صلعم) کی نگرانی و حفاظت کرے گا۔ انھوں نے خود جلدی جلدی اپنا مال تجارت اونے پونے کر کے کنارہ لگایا جو کچھ خریدنا تھا خرید لیا اور محمد (صلعم) کو اپنے ساتھ لیکر مکہ کو روانہ ہوگئے اور راہب اپنا سا منہ لیکر رہگیا۔

تاریخی واقعات کو دیکھتے ہوے جب ہم اس تہ تک پہونچ جاتے ہیں تو ابو طالب تو تجربے اٹھائے ہوئے تھے واقعات عالم ان کے سامنے تھے وہ کب چپ بیٹھنے والے تھے ان کے دل میں ضرور یہ خیال گذرا ہوگا اور ایسا خیال کرنا مقتضائے وقت و عقل تھا۔ اور اس لئے انھوں نے ہرگز بحیرا جیسے شخص غیر کو آنحضرت کے ساتھ مکہ نہ روانہ کیا ہوگا۔

(۶)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سفر میں ابو طالب کیساتھ قریش کے اور بہت سے شیوخ بھی تھے پس اگر یہ واقعات ٹھیک ہیں اور بحیرا راہب آنحضرت کیساتھ مکہ تک گیا اور عرصہ تک رہا تو ان شیوخ قریش نے

کیوں نہیں بیان کیا اور اگر بیان کیا تو ان بیانات کا ایک لفظ پیش کرنے سے بھی دشمنان اسلام کیوں اسقدر عاجز ہیں۔

(۷)

بحیرا راہب کا مکہ جانا اور خاص مکہ میں آنحضرت کا عرصہ تک اس سے تعلیم حاصل کرتے رہنا ایسی بات ہے جسکو عقل والا انسان کبھی باور نہیں کر سکتا۔

اولاً:- تو تعلیم نہ مدتوں چھپ چھپ کر ہو سکتی نہ وہ ایسی چیز ہے کہ ایک شخص پڑھ لکھکر عالم ہو جائے اور کسی کو یہاں تک کہ اس کے خاندان والوں کو بھی کانوں کان خبر نہ ہو۔

دوسرے:- یہ کہ بحیرا راہب ایسا کوئی عامی شخص نہ تھا کہ وہ مکۂ معظمہ میں مدتوں رہتا اور کسی کو پتہ نہ چلتا وہ مسیحیوں کا پیشوا مسیحی راہب تھا وہ اگر مکۂ معظمہ میں جاتا اور آنحضرت اس سے علم حاصل کرتے تو گھر گھر یہ خبر عام ہو جاتی کہ ابو طالب کے گھر بحیرا راہب فروکش ہے اور محمد (صلعم) اُس سے پڑھتے ہیں اور نہ صرف مکہ و حجاز میں بلکہ تمام بلاد شام میں یہ بات زبان زد عام و خاص ہو جاتی پھر جو خبر اسقدر مشہور ہو جائے وہ اتنی مخفی نہیں رہ سکتی کہ مخالفوں کو باوجود سر توڑ کوششوں کے اس کے متعلق کمزور سے کمزور روایت کا ملنا بھی محال عقلی ہو گیا۔ اگر مسلمان مورخین نے پہلو تہی کی تو اسلام کے مخالفین کی روایتیں اور نوشتے تو ضرور ہونے چاہئے تھے۔

(۸)

ابن اسحاق کی روایت پر ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کو بہت تکیہ ہے اور انکی روایت سے صاف صاف ڈاکٹر صاحب کے دعوے کا ابطال ہوتا ہے چنانچہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔

فخرج به عمه ابوطالب
سريعا حتى اقدمه
مكة حين فرغ من
تجارته بالشام فزعموا
فيما روى الناس ان
زريرا وتماما وادريسا
وهم نفر من اهل
الكتاب فقد كانوا
راؤا من رسول الله
مثل ما رائى بحيرا
فى ذالك السفر
الذى كان فيه مع
عمه ابى طالب فارادوه
فردهم عنه بحيرا
وذكرهم الله وما
يجدون فى الكتاب
من ذكره وصفته وانهم
ان اجمعوا لما ارادوه
لم يخلصوا اليه حتى
عرفوا ما قال لهم
وصدقوه بما قال

تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ آپ کے چچا ابوطالب
جلد نکلے یہاں تک کہ آپکو شام میں اپنی
تجارت سے فارغ ہونے کے بعد مکہ
پہنچا دیا۔ پس گمان کیا لوگوں نے اس چیز
میں کہ اوروں نے روایت کی کہ البتہ
زریر اور تمام اور ادریس کہ یہ سب اہل
کتاب تھے اور البتہ دیکھتے تھے وہ
رسول اللہ سے جو کچھ کہ بحیرا نے
دیکھا اس سفر میں جس میں آپ اپنے
چچا ابوطالب کے ساتھ تھے پھر ان
اہل کتاب میں سے چند لوگوں نے آپکا ارادہ
کیا تو بحیرا نے ان سب کو رسول اللہ کے
ارادہ قتل سے باز رکھا اور انہیں
اللہ کی یاد دلائی اور کتاب میں جو کچھ
آپ کی ذکر و صفت پاتے تھے انکو
بھی یاد دلایا اور کہا کہ جس امر کا انھوں نے
ارادہ کیا ہے اور اگر اسپر سب اکٹھے
بھی ہو جائیں تو اس رسول تک
نہیں پہونچ سکتے یہاں تک کہ بحیرا کے
کہنے سے وہ سمجھ گئے ۔ جو کچھ اس نے
کہا اور اس کے قول کی تصدیق کی۔

فتر کوہ وانصرفوا عنہ ۔	پھر اس کو چھوڑا اور اس کے پاس سے چلے گئے ۔

ف

الفاظ روایت سے ظاہر ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وکرامات کو دیکھکر بحیرا نے پہچان لیا تھا کہ توریت وانجیل میں جس نبی آخر الزماں کی پیشینگوئی ہے وہ یہی شخص ہے اسی طرح زریر وادریس وغیرہ علمائے اہل کتاب نے بھی آپ کی کرامات وواقعات کو دیکھ دیکھ کر پہچان لیا تھا اور پہچان لینے کے بعد آپ کے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے مگر بحیرا نے سمجھا بجھا کر سب کو واپس کر دیا کہ اب تم اُن کو نہیں پا سکتے ۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ترمذی کی حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے یہی متحقق ہوتا ہے کہ بحیرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامتوں کو دیکھکر پہچان گیا اور پہچاننے کے بعد ارادہ یہ کیا کہ کسی ترکیب سے خیرخواہ بنکر آپکو قتل کرا دے مگر ابوطالب کی دوراندیشی اس کی اس چال کو تاڑ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا ۔

اس حدیث سے ہمارے اُس بیاں کی کھلی تائید ہوتی ہے کیونکہ زریر وادریس بھی علمائے اہل کتاب تھے اور اگرچہ انھوں نے بھی آپ کو پہچان لیا کہ توریت وانجیل میں جن رسول کی بشارت ہے وہ یہی ہیں پھر بھی آپ کو رسول تسلیم نہیں کیا اپنے مذہب کا منسوخ وباطل ہوجانا گوارا نہیں کیا اور نہایت قساوت قلبی اور ناخدا ترسی سے آپ کے قتل پر آمادہ ہوگئے انہیں لوگوں کی طرح بحیرا بھی آپ کا زندہ رہنا نہیں چاہتا تھا فرق اتنا ہے کہ زریر وغیرہ ناسمجھ تھے

اور نا بھی سے فوراً قتل کرنے پر تُل گئے اور بحیرا ر دور اندیش تھا تدبیر سے کام نکالنا چاہتا تھا کہ سانپ بھی مرے رسّی بھی نہ ٹوٹے بھلا ایسے عیار دشمن کی رفاقت میں ابو طالب تنہا اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی طرف روانہ کرنیوالے تھے۔

روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ جب ابو طالب نے آنحضرتؐ کو مکہ واپس کر دیا تو زریر و تمام وغیرہ اہل کتاب آپ کو ڈھونڈھتے ہوئے بحیرا ر کے پاس آئے اور اس نے سمجھا بجھا کر سب کو واپس کر دیا۔ اگر بحیرا ر آنحضرتؐ کیساتھ مکہ چلا گیا تھا تو زریر وادریس وغیرہ کس کے پاس آئے اور کس نے ان کو ارادۂ قتل سے باز رکھا؟

(۹)

اگر تھوڑی دیر کے لئے بحیرا ر کا مکہ جانا بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسپرنگر صاحب کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ بحیرا ر کو ابو طالب نے آنحضرت صلعم کے پڑھانے ہی کیواسطے ساتھ کیا بلکہ بر تسلیم صحت روایات، عقل اس کے خلاف حکم لگاتی ہے وہ یہ کہ جب بحیرا ر راہب نے ابو طالب کو سمجھایا کہ محمد (صلعم) کو شام کی طرف نہ لیجاؤ ورنہ اہل کتاب پہچان کر ان کو قتل کر ڈالیں گے تو ابو طالب نے بات مان لی۔ اور یہ دیکھکر کہ بحیرا ر خود محمدؐ کا بڑا خیر خواہ ہے، اسی کیساتھ آپ کو مکہ واپس کر دیا اور خود تجارت کے کام میں لگے رہے اگر اسپرنگر صاحب کی بات صحیح مان لیجائے تو اس وقت بھی بحیرا ر کے مکہ جانے کی یہ وجہ ہو گی۔ یہ نہیں کہ ابو طالب نے محمدؐ کو پڑھانے کی غرض سے بحیرا ر کو مکہ تک ساتھ کیا گیا۔

(۱۰)

جب یہ ثابت ہوا کہ بحیرا آنحضرت صلعم کو صرف پہنچانے کی غرض سے مکہ تک ساتھ گیا تو مکہ تک پہنچا کر واپس چلا آیا ہوگا اس کا کیا ثبوت کہ وہ رہ گیا اور مدتوں وہیں رہ کر درس دیتا رہا۔

(۱۱)

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ہرگز کوئی ثبوت نہیں دیا نہ وہ کوئی کمزور شہادت تک پیش کر سکتے کہ اگر بحیرا آنحضرت صلعم کے ساتھ مکہ گیا تو آپ کو پڑھایا بھی اور اگر پڑھایا تو کیا پڑھایا۔

واہی تباہی وہم بازیوں اور قیاسات کے تکے اڑانے سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا جب تک بینہ اور عقل کی بات نہ ہو۔

(۱۲)

پھر ان سب کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر ابو طالب کو آنحضرت صلعم کے پڑھانے کا ایسا ہی شوق تھا کہ بحیرا راہب کو بصریٰ شام سے مکہ معظمہ روانہ کیا تو بارہ برس تک کیوں اسطرف سے غافل اور چپ چاپ بیٹھے رہے کیا مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو محمد (صلعم) کو پڑھا سکتا یا خود آنحضرت صلعم نے پیدا ہوتے ہی گھر والوں سے کہدیا تھا کہ میں نبی ہونیوالا ہوں، مجھکو تم پڑھانا لکھانا نہیں اور پڑھانا ہو تو یہ کام اس طرح چھپا کر کرنا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، یا یہ کہ خود ابو طالب کو بصریٰ میں جاکر اور بحیرا راہب سے ملاقات ہونے کے بعد شوق پیدا ہوا کہ محمد صلعم کو کچھ پڑھانا چاہیئے اگر یہ کہا جائے کہ بصریٰ میں پہونچکر آپنے بحیرا سے پڑھنا شروع کیا اور جب ابو طالب کو یہ معلوم ہوا تو آپ کی اسی خاطر شوق کو ملحوظ

رکھکر آپ کے ساتھ اس سے مکہ کی طرف روانہ کیا تو یہ محض ایک واہمہ ہے جس کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے اور محض واہمہ وقیاس مثبت مدعا نہیں ہوا کرتا علاوہ اس کے جیسا کہ روایتوں میں موجود ہے اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے شیوخ قریش بھی تھے انھوں نے اس واقعہ کو بیان کیوں نہیں کیا۔ اور کیا۔ تو وہ مشتہر بین الناس کیوں نہیں ہوا، اور مشتہر ہوا۔ تو آج تاریخی دنیا اس بیان کے ایک جملہ ضعیف کے پیش کرنے سے بھی عاجز کیوں ہے۔

بہر حال یہ سب طفلانہ استدلالات ہیں جو مکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں مکڑی کی طرح ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور نے بھی بڑی کاوش کے بعد بڑی محنت کر کے اور اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آنحضرت (صلعم) کے امی ہونے کے ابطال میں دلائل قائم کئے مگر ذرا غور کے بعد عقل سلیم نے ان سب دلائل کو ردی ثابت کر دیا اور ہماری تھوڑی سی جنبش نے ان کی ساری عمر کی کمائی اور کی ہوئی محنت کو رائگاں کر دیا سچ ہے کہ حق کے سامنے باطل کبھی فروغ نہیں پا سکتا الحق یعلو ولا یُعلیٰ

دوسرا واہمہ

روایت صحیحہ میں مصرح ہے کہ آنحضرت (صلعم) پچیس[ع] برس کی عمر میں خدیجہ بنت خویلد کا مال لیکر شام میں گئے اور اور یہیں مقام بصریٰ میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی قیاس صحیح چاہتا ہے کہ آپ نے اسوقت اس راہب سے علم توراۃ کی تکمیل کی ہو گی۔

[ع] ابن سعد صفحہ ۸۲

جواب

ڈاکٹر اسپرنگر ہی جیسے واہمہ بازوں کا خیال ایسا چاہتا ہوگا ورنہ منصف اور صاحب عقل سلیم لوگوں کا قیاس صحیح ایسے لغو امور کو نہیں چاہا کرتا۔

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب وغیرہ[عہ] اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بحیرا راہب آنحضرت (صلعم) کے ساتھ مکہ گیا وہاں عرصہ تک رہا اور وہاں آنحضرت (صلعم) نے اس سے تعلیم حاصل کی پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت (صلعم) نے دوسرے سفر میں تکمیل کی ہوگی یہ کیسا اجتماع ضدین ہے جس کو تعصب نے جائز کر رکھا ہے جب بحیرا خاص آنحضرت (صلعم) کو پڑھانے ہی کی غرض سے مکہ تک ساتھ گیا۔ اور عرصہ تک پڑھاتا رہا۔ تو ناقص تعلیم چھوڑ کر چلے آنے کی وجہ کیا؟ کیا سالہا سال کی مدت صرف تعلیم توریت کے لئے کافی نہیں تھی اور پھر یہاں بھی صرف قیاس ہی قیاس ہے کہ شاید آنحضرت (صلعم) نے پڑھا ہوگا۔ نہ کوئی تاریخی روایت ہے نہ کوئی شہادت و بینہ ہے درحالیکہ یہ عمر بھی ابتدائی تعلیم کی نہ تھی بلکہ تکمیل تعلیم کا زمانہ گذر چکا تھا ہم نے ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور کی پہلی دلیل کے جو جوابات دئے ہیں وہی اس دلیل کے لئے بھی کافی ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تیسرا واہمہ

کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) نے سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ

عہ سر ولیم میور۔

Mohammad it is said in his sixteenth year accompanied by his uncle Zobair on a journey to Yaman, but I have no good authority for this statement.

یمن کا سفر کیا لیکن ہمارے پاس اسکی کوئی عمدہ سند نہیں ہے

جواب

یورپ کے مورخین میں یہ خاص کمال ہے کہ اپنے اغیار خصوصاً اسلام اور اہل اسلام کو بدنام کرنیکی غرض سے محض بے بنیاد اخبار و روایات کو بھی اس طریقہ سے بیان کر دیتے ہیں کہ ناظرین خواہ مخواہ دھوکے میں آجاتے اور سادہ لوح جنکی نظر تاریخ پر وسیع نہیں ہے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ آخر کچھ تو اس کی اصلیت ہوگی حالانکہ اصلیت خاک نہیں ہوتی۔

اسی مقام پر دیکھو کہ اسپرنگر صاحب کس چالاکی سے تحریر کر گئے ہیں کہ ،،کہاجاتا ہو کہ محمد صلعم نے سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ یمن کا سفر کیا لیکن ہمارے پاس اسکی عمدہ سند نہیں ہے۔

اس تحریر سے سادہ لوح ناظرین خواہ مخواہ

لائف آف محمد مصنفہ ڈاکٹر اسپرنگر صفحہ (۷۹) دیکھو انگریزی عبارت

اس دھوکے میں پڑیں گے کہ آخر اسپرنگر صاحب نے آپ کے سفر یمن کی کوئی روایت تو ضرور دیکھی ہوگی اور ضرور مورخین میں ایسا خیال ہوگا عمدہ روایت نہ سہی کمزور ہی سہی الفاظ "کہا جاتا ہے" اور الفاظ "عمدہ سند" کے لکھنے میں یہ چالاکی اور لوگوں کو اسی دھوکے میں ڈالنا مقصود ہے اگر ناظرین کو مغالطہ میں ڈالنا مقصود نہیں تھا بلکہ تحقیق حق منظور تھی تو اسپرنگر صاحب پر فرض عین تھا کہ وہ روایت مذکورہ کا ماخذ بتاتے اور صاف لکھتے کہ انھوں نے یہ روایت کس کتاب میں دیکھی، کہاں سے لیا تا دوسروں کو بھی تحقیق کا موقع ملتا اور وزراہم بھی دیکھتے کہ اس کی سند واقعی غیر معتبر ہے یا کیا ؟ لیکن افسوس کہ اسپرنگر صاحب نے کسی قسم کا حوالہ نہ دیا' اور وہ حوالہ دیتے کہاں سے" کیونکہ روایت تو فقط ان کی جولانی طبع کا نتیجہ ہے۔

بہر حال اسپرنگر صاحب کی اتنی مہربانی بھی غنیمت ہے کہ وہ اس روایت کو غیر مستند قرار دیتے ہیں لیکن یہ مہربانی بھی سرولیم میور کو نہایت ناگوار گذری کہ کیسی ہی بے بنیاد روایت ہو مگر جب اسلام کے خلاف ہے تو اس کو اپنی زبان سے ہم غیر مستند کیوں کہیں اور اس کے بعد اس روایت کو صحیح ثابت کرنے میں میور صاحب اپنا عجیب وغریب کمال دکھاتے ہیں۔

وہ حضرت واقدی اور ابن سعد رحمہما اللہ کی روایت ذیل سے روایت مذکورہ کو مضبوط اور اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں

اخبرنا خالد بن خداش فا معتمر بن سلیمان سمعت ابی یحدث عن ابی مجلز ان عبدالمطلب او اباطالب	خبر دی ہم کو خالد بن خداس نے کہ خبر دی ہم کو معتمر بن سلیمان نے کہ سنا میں نے اپنے باپ سے کہ حدیث بیان کرتے تھے ابی مجلز سے البتہ عبدالمطلب یا ابوطالب

(راوی بھولتا ہے) جب عبداللہ کا انتقال ہوگیا تو محمد (صلعم) پر زیادہ مہربان ہوگئے پھر جب کوئی سفر کرتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں انکے ساتھ ہوتے تھے۔	لما مات عبد اللہ عطف علی محمد فکان لا یسافر الا کان معہ فیہ

میور صاحب کا استدلال یہ ہے کہ وفات عبداللہ کے بعد آنحضرت کا اپنے چچا ابو طالب کیساتھ ہر سفر میں ساتھ رہنا ثابت ہے اور تواریخ سے یہ بھی تحقیق ہے کہ ابو طالب شام و یمن وغیرہ میں تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے پس تمام مقامات شام و یمن میں جہاں جہاں ابو طالب نے سفر کیا آنحضرت (صلعم) کا سفر کرنا بھی بدیہی طور پر روشن ہوگیا"

واقعی دلیل تو بڑی زبردست تھی اگر اس میں کچھ جان ہوتی) ناظرین کو ضبط سے کام لینا چاہیئے ورنہ ہمارے وجوہ ابطال کو پڑھ کر میور صاحب کے طفلانہ استدلال پر ضرور ہنسی آجائے گی۔

(۱)

ایک تو صاف بات یہ ہے کہ روایت میں عبدالمطلب یا ابو طالب ہے جس سے ظاہر ہے کہ راوی سہو کرتا ہے۔ پھر میور صاحب نے کس دلیل سے عبدالمطلب کو چھوڑ کر ابو طالب کو اختیار کیا؟ شائد اس لئے کہ ناظرین کے ذہن کو اس طرف منتقل کر کے آنحضرت (صلعم) کے سفر یمن کا ثبوت دیں مگر یہ ایک دیانت دار محقق کی شان نہیں ہے۔

(۲)

قیاس عبدالمطلب ہی کو چاہتا ہے۔ کیونکہ راوی کا بیان یہ ہے کہ عبدالمطلب

یا ابو طالب، عبد اللہ کے انتقال کے بعد آنحضرت (صلعم) پر زیادہ شفیق ہو گئے عبد اللہ کی وفات کے بعد آنحضرت (صلعم) عبد المطلب کی کفالت میں آئے تھے اور ابو طالب نے آپ کو عبد المطلب کی وفات کے بعد اپنی نگرانی میں لیا تھا نہ عبد اللہ کے بعد۔ پس روایت صاف ہو گئی کہ عبد المطلب ہی عبد اللہ کے انتقال کے بعد آنحضرت (صلعم) کو زیادہ پیار کرنے لگے اور جہاں جاتے اپنے ساتھ لیجاتے تھے تاریخ سے عبد المطلب کا شام و یمن میں کہیں سفر کرنا ثابت نہیں نہ کوئی موضوع روایت ہی اس بارہ میں پیش کیجا سکتی پس آپکا یمن کے سفر کو جانا کھلے طور پر غلط ثابت ہو گیا۔

(۳) اگر راوی کے سہو کو قطع نظر کیا جائے قیاس سے کام نہ لیا جائے اور میور صاحب کے دعویٰ محض کو مان لیا جائے کہ عبد اللہ کے بعد ابو طالب محمد (صلعم) کو زیادہ عزیز رکھنے لگے اور جس سفر میں جاتے آپ کو ساتھ لیجاتے تھے تو بھی مدعا غیر ثابت رہتا ہے۔

اولاً :- اسوجہ سے کہ کسی مدعا کے ثابت کرنے کے لئے ہمکو تمام واقعات پر نظر ڈالنی چاہیئے اور واقعات میں تسلسل قائم کرتے ہوئے ہر پہلو کو دیکھنا چاہیئے عاقل کو لائق نہیں ہے کہ پہلے دعویٰ قائم کرکے تب اس کے لئے دلیل کی جستجو کرتا پھرے اور جب دلیل صحیح نہ ملے تو کسی واقعہ کا ایک ٹکڑا لیکر مخالف پر حجت قائم کر دے واقدی ابن سعد۔ ابن ہشام اور ابن اسحاق سب نے بالاتفاق روایت کی ہے اور اس روایت کو خود میور صاحب اور اسپرنگر صاحب نے بھی چار و ناچار تسلیم کیا ہے کہ بصریٰ میں بحیرا کی باتیں جب سنیں تو۔

ورجع بہ ابو طالب فما خرج بہ سفرا	ابو طالب آنحضرت (صلعم) کے ساتھ واپس (مکہ کو) ہوئے پھر آپ گیا تھ اس کے بعد کسی سفر میں

بعد ذٰلك خوفا علیه	نہیں نکلے (آپکی جان) کا خوف کر کے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو طالب اپنے یتیم بھتیجے (محمدؐ) کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے اور چونکہ ماں باپ دونوں وفات پا چکے تھے اس لئے تنہا چھوڑنا مقتضائے شفقت و احتیاط کے خلاف سمجھکر ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ اور جہاں جاتے ساتھ لیجاتے تھے مگر بصریٰ میں جب بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی اور اس نے ڈرایا کہ محمدؐ کو شام میں نہ لیجاؤ ورنہ اہل کتاب ان کو پہچان کر قتل کر ڈالیں گے تو ابو طالب نے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کی وہیں سے مکہ واپس آ گئے اور آپ کی حفاظت کے خیال سے پھر آپ کو لیکر کہیں سفر میں نہیں نکلے۔

اب میور صاحب بتائیں کہ انکا استدلال صحیح تھا یا واقعات پر نظر کرتے ہوئے ہمارا استدلال صحیح اور قرین عقل ہے؟

(۴)

ولو فرضنا، ہم مان بھی لیں کہ ابو طالب ہمیشہ ہر سفر میں آپ کو ساتھ لیجاتے تھے اور آپ کی حفاظت کا کچھ خیال نہ کرتے تھے جو مقتضائے شفقت و عقل تھا تو بھی آپ کا یمن میں جانا ثابت نہیں کیونکہ میور صاحب نے کوئی روایت پیش نہیں کی کہ ابو طالب آنحضرت صلعم کو لیکر یمن گئے یا آپکی نوجوانی کے عہد میں یا بچپنے کے زمانہ میں انھوں نے شام و یمن کا سفر کیا۔ رہا یہ قیاس کہ ابو طالب تجارت پیشہ تھے اور شام و یمن کو جایا کرتے تھے تو آنحضرت صلعم کو بھی ساتھ لیکر تجارت کرنے گئے ہوں گے بالکل بچوں کی سی باتیں ہیں۔

(۵)

سب سے بڑے تماشے کی بات یہ ہے کہ اسپرنگر صاحب تو لکھتے ہیں کہ

کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ
یمن کے سفر کو گئے ۔"

اور میور صاحب روایت سے ابوطالب کے ساتھ یمن کا جانا ثابت کر رہے ہیں
"من چہ می سرایم وطنبورۂ من چہ می سراید" اس مغالطہ کا کیا کہنا ؟

چوتھا واہمہ

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں[ع] کہ :۔

بحیرا راہب نہ صرف محمدؐ کے ساتھ مکہ کو گیا بلکہ وہاں ان کے
ساتھ اور نیز مدینہ میں عرصہ دراز تک رہا اور محمدؐ اس سے مستفید
ہوتے رہے چنانچہ محمدؐ کے پہلے سفر شام کے چالیس برس
کے بعد جب ابی سینیا سے مدینہ میں محمدؐ کے پاس وفد گیا ہے
تو اسوقت بحیرا مدینہ میں موجود تھا اور اسی کی تائید ہوتی ہے
جب ہم صحابہ کی فہرست میں بحیرا راہب کا نام لکھا ہوا پاتے ہیں فقط

اس تحریر میں دو باتیں ہیں ۔

(۱) چالیس برس کے بعد ابی سینیا سے محمدؐ کے پاس وفد کا جانا اور
اس وقت بحیرا راہب کا مدینہ میں موجود رہنا ۔

(۲) صحابہ کی فہرست (رجال) میں بحیرا راہب کا نام پایا جانا ۔

امر اول کی نسبت ہم سخت حیران ہیں کہ کیا لکھیں ! کیونکہ ایک ایسا سفید جھوٹ
ہے جسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی اور اس سفید جھوٹ بلکہ اس کے کذب سیاہ

ع سلکشنس فرام دی کلکتہ ریویو جلد ششم صفحہ ۲۹۷

ہونے کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ نہ تو ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ہی اپنا کوئی ماخذ بتایا نہ اُن کے عزیز یار ہمدید سر ولیم میور نے کسی کتاب کا حوالہ دیا کہ یہ روایت فلاں کتاب سے لی گئی ہے ایسی بے سروپا اور بے بنیاد روایت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں سند لانا نہایت شرمناک امر ہے اور ایسی پھسپھسی بنیاد پر اتنے بڑے زبردست دعوے کی عمارت قائم کرنی یورپ والوں ہی کا کام ہے اور اس فریب میں وہی لوگ آسکتے ہیں جو یوروپین مورخین کی چالبازیوں اور اصول تاریخ سے واقف نہیں ہیں۔ سه

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ — کہ عنقا را بلند است آشیانہ

امر ثانی کی نسبت یہ گذارش ہے کہ رجال کی کتابوں میں ضرور بحیرا راہب کو صحابہ کے زمرہ میں لکھا ہے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ بحیرا راہب پیغمبر کے ساتھ مکہ میں اور پھر مدینہ میں سالہا سال بلکہ بیسیوں برس تک رہا اور آپ کو تعلیم دیتا رہا۔ کیونکہ صحابی ہونے کیلئے صرف ایک مرتبہ رسول کو ایمان کے ساتھ دیکھنا شرط ہے جس نے ایک مرتبہ بھی آپ کو ایمان کی حالت میں دیکھا وہ صحابی ہو گیا اگر ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے دوست سر ولیم میور کے دل میں کچھ بھی انصاف وحق جوئی کا گذر ہوتا اور کتب حدیث و رجال کا مطالعہ بلا تعصب فرماتے تو انہیں صاف طور پر معلوم ہو جاتا کہ مسیحیوں کا دعویٰ بلا دلیل محض غلط ہے اور اسلام کی جن روایتوں سے وہ بحیرا راہب کا محمدؐ کے ساتھ مدتوں رہنا ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے دعوے کو بجائے ثابت کرنے کے باطل کرتی ہیں۔

رجال کی کتابوں میں جہاں عہ بحیرا راہب کو صحابہ کے زمرہ میں لکھا ہے

عہ دیکھو کتاب اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۱۲۶ چھاپ کلکتہ

وہاں کھلے الفاظ میں صراحت کر دی ہے کہ :-

رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل مبعثہ وآمن بہ۔	بحیرا راہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نبی ہونے سے پہلے دیکھا اور آپ پر ایمان لایا۔

آنحضرت (صلعم) کے پہلے سفر شام اور بحیرا راہب کی ملاقات کا قصہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں چونکہ بحیرا راہب نے آنحضرت (صلعم) کو دیکھا تھا اور اس امر کی تصدیق کی تھی کہ توریت وانجیل میں جس آنیوالے پیغمبر آخر الزماں کی بشارت دی گئی ہے اور جسکی صفات بیان کی گئی ہیں وہ یہی ہیں اس لئے بحیرا راہب کے نام کا صحابہ رسول اللہ کی فہرست میں لکھنا بہت صحیح ہے اور اتنا لکھنے سے یہ دلیل پکڑنی کہ بحیرا بیسیوں سال پیغمبر کے ساتھ رہکر آپ کو درس دیتا رہا میں نہیں سمجھتا کہ کسی سمجھدار کا کام ہو سکتا ہے علماء فن رجال نے جناب عیسیٰ بن مریم کو بھی صحابہ رسول مدنی کی فہرست میں لکھا ہے۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام صحابی و نبی فانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء وسلم علیہ فھو آخر الصحابۃ موتا۔	عیسیٰ بن مریم علیہ السلام صحابی ہیں اور نبی بھی ہیں اس لئے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی راتیں دیکھا اور آپ کو سلام کیا تھا پس وہ موت کے لحاظ سے آخری صحابی ہیں (کہ دنیا میں نزول فرما کر پھر مرینگے)

معراج کی رات میں رسول اللہ صلعم نے چوتھے آسمان پر حضرت عیسیٰ سے ملاقات کی اور جیسا کہ روایت میں بیان کیا گیا ہے جناب عیسیٰ بن مریم سے فقے

ع۵ دیکھو تجرید اسماء الصحابۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد جلد اول صفحہ ۲۹۳

آپ کو دیکھا اور آپ کو سلام کیا اتنی سی بنا پر ایسے جلیل القدر نبی کو علماے رجال ؑ نے فہرست صحابہ محمد (صلعم) عربی میں لکھ دیا کیا ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور یہ دعوی کرنے کی جرأت کریں گے کہ محمد عربی صلعم نے جناب عیسی بن مریم سے علم نبوت حاصل کیا اور قرآن و احادیث میں جو کچھ ذخیرۂ علم ہے وہ حضرت مسیح کی تعلیم کا نتیجہ ہے؟ وہ یقیناً ایسی جرأت نہیں کر سکتے اور جب ایسا نہیں کہہ سکتے تو پھر بحیرا راہب کو صرف صحابہ رسول کی فہرست میں لکھ دینے سے رسول کا معلم کیوں قرار دیں۔ کتب رجال میں تو صاف لکھتے ہیں کہ بحیرا راہب نے شام میں آنحضرت (صلعم) کو دیکھا اور آپ پر نبی ہونے سے پہلے ایمان لایا اس لیے وہ صحابی رسول شمار کیا گیا

پانچواں واہمہ

حدثنی عبید اللہ بن موسی عن اسرائیل	حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ بن موسی نے اسرائیل سے۔

ؑ علماے فن رجال نے حضرت عیسی کے صحابی محمد عربی صلعم ہونیکی جو وجہ بتائی ہے وہ یہ وجہ ہے۔

اولاً:- اس وجہ سے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں یہ قطعی صراحت نہیں ہے کہ آنحضرت کو جسد عنصری کے ساتھ معراج ہوئی چنانچہ حضرت عائشہ اور دوسرے بہت سارے صحابہ کبار معراج روحانی کے قائل ہیں لیکن چونکہ پیغمبر کا خواب سچا واقعہ کے مطابق ہوتا ہے اس لئے آنحضرت نے جو کچھ دیکھا وہ سب صحیح اور مطابق واقعہ تھا۔ اور جب معراج خواب میں ہوئی تو خواب میں اگر عیسی بن مریم نے آپ کو دیکھا تو اس سے وہ صحابی نہیں بن سکتے۔

عن ابی اسحاق عن البراء قال اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذی القعدۃ فابی اہل مکۃ ان یدعوہ یدخل مکۃ حتی قاضاہم علی ان یقیمہ بہا ثلاثۃ ایام فلما کتبوا الکتٰب کتبوا ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ فقالوا لو نعلم انک رسول اللہ ما منعناک لکن انت محمد بن عبد اللہ قال انا رسول اللہ وانا محمد بن عبد اللہ ثم قال

انھوں نے ابو اسحاق سے انھوں نے براء سے کہ عمرہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کے مہینہ میں تو مکہ والوں نے آپ کے مکہ میں داخل ہونے دینے سے انکار کیا یہاں تک کہ آپ نے صلح کی ان سے اس بات پر کہ تین دن وہاں اقامت کریں پھر جب صلحنامہ لکھا تو (مسلمانوں نے) لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے جس پر محمدؐ رسول اللہ نے مصالحت کی" ان الفاظ پر مکہ والوں نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپکو رسول اللہؐ تسلیم کرتے تو آپ کو روکتے کیوں لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں (تو محمد بن عبداللہ ہی لکھوائیے) آپ نے فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

دوسرے:- اسوجہ سے کہ آنحضرت کا حالت بیداری میں اسی جسد خاکی کیساتھ آسمانوں پر جانا ممکن ہے اس میں کوئی استبعاد نہیں اور اسی سبب سے قرآن کے ظاہر الفاظ اور احادیث مرویہ پر اعتماد کرکے جمہور علمائے اسلام معراج جسمانی کے قائل ہوئے اور یہی مذہب جمہور علمائے اسلام کا ہی رہی یہ بات کہ انسان کا اپنے اس جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرنی عقل کے خلاف ہے اور فلسفہ کی رو سے باطل ہے بالکل لغو اعتراض ہے ہم نے اس کتاب کے جلد اول میں اس امر کا عقلی ثبوت دیا ہے کہ معراج فی نفسہ امر ممکن ہے اور انسان کا اسی جسد خاکی کے ساتھ آسمانوں پر جانا کچھ مستبعد یا محال نہیں ہے یہ بحث انشاء اللہ تعالیٰ کسی جلد میں آئندہ بھی لکھی جائیگی

لعلی امح رسول اللہ قال لا واللہ لا امحوک ابدا فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتٰب فکتب ھذا ما قاضی محمد بن عبد اللہ۔

پھر علی سے فرمایا کہ (اچھا) رسول اللہ کے الفاظ کو مٹا دو علیؓ نے (جو صلحنامہ لکھنے والے تھے) کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں آپ کے نام کو محو نہیں کرونگا کبھی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ کو لیلیا پھر لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے مصالحت کی۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ہے۔

الفاظ روایت یہ ہیں کہ (فاخذ رسول اللہ الکتٰب فکتب) علیؓ کے انکار پر رسول اللہ صلعم نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیلیا پھر لکھا آپ نے،،

یہی ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور سر ولیم میور صاحب کی سند ہے کہ رسول اللہ صلعم لکھنا پڑھنا جانتے تھے کیونکہ اگر آپ امی محض تھے اور لکھنا نہیں جانتے تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

بہر حال معراج جسمانی ہو یا روحانی ہو کسی حالت میں حضرت عیسیٰ کا صحابی رسول ہونا درست نہیں ٹھیرتا کیونکہ معراج کی رات میں آنحضرت نے حضرت عیسیٰ کے سوا، آدم۔ نوح۔ موسیٰ اور ابراہیم خلیل اللہ وغیرہم علیہم السلام بہت سے انبیاء اولوالعزم سے ملاقات کی ان سب نے آپ کو دیکھا اور آپ کو سلام کیا پھر حضرت عیسیٰ کی خصوصیت کیا رہی۔ تمام پیغمبروں کو صحابی رسول ہونا چاہیئے اور سب کو صحابہ کی فہرست میں درج ہونا چاہیئے تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے حضرت عیسیٰ کے سوا ہم کسی نبی کو صحابہ رسول اللہ کے زمرہ میں نہیں پاتے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسد عنصری کیساتھ زندہ آسمان پر موجود تھے (اور ہیں) اس لئے آپ صحابی ہوئے اور دوسرے انبیاء کی ارواح سے ملاقات ہوئی تھی اس لئے وہ صحابہ میں شمار نہیں کئے جا سکتے تو یہ محض ایک مغالطہ ہے کیونکہ:۔

اولاً۔ تو حدیثوں میں تو سب کو ایک شان سے بیان کیا گیا ہے نہ یہ صراحت ہے نہ کہیں اس امر کا اشارہ ہے کہ دوسرے انبیاء کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور حضرت عیسیٰ بن مریم ذی اپنے دنیاوی جسد عنصری کے ساتھ ملاقات کی یہ استنقاء بالکل بلا دلیل ہے۔

تو پھر حضرت علی کے ہاتھ سے کاغذ لیکر رسول اللہ کے لفظ کو مٹایا کیونکر اور خود لکھا کیسے؟ اور جب حدیث میں صاف صراحت ہے کہ آنحضرت نے کاغذ لیکر خود لکھا تو اب انکار کی کون سی گنجایش ہے اور آپ کے خواندہ ہونے کا اس سے اچھا ثبوت کیا ہو سکتا ہے؟

پہلا جواب

لفظ رسول اللہ کے مٹا دینے سے لازم نہیں آتا کہ آپ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے اور اس امر کو بخاری ہی کی دوسری روایت جو اس کے متصل ہے، واضح کر دیتی ہے۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عاذب قال لما صالح

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن بشار نے (کہا) حدیث بیان کی ہم سے غندر نے کہ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق سے کہا انھوں نے کہ سنا میں نے براء بن عاذب کو کہ کہا اس نے کہ جب صلح کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ
ثانیاً۔ یہ کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کے جسد خاکی کیساتھ آسمان پر زندہ رہنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک چار نبی جسد خاکی کے ساتھ قیامت تک زندہ رہیں گے جن میں سے دو نبی خضر و الیاس زمین پر اور دو نبی ادریس و عیسیٰ آسمان پر ہیں حدیث معراج میں عیسیٰ وغیرہ کے کیساتھ ادریس کا آپ سے ملاقات کرنا بھی مروی ہے تو اس بنا پر چاہیئے تھا کہ ادریس علیہ السلام کو بھی صحابہ رسول میں شمار کیا جاتا حالانکہ ادریس کو کسی نے بھی صحابی رسول نہیں لکھا ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ کا صحابی رسول اللہ صلعم ہونا محض متاخرین کا واہمہ ہے۔

رسول اللّٰہ صلعم اهل الحدیبیة کتب علی بن ابیطالب رضوان اللّٰہ علیه بینهم کتابا فکتب محمد رسول اللّٰہ فقال المشرکون لا تکتب محمد رسول اللّٰہ لو کنت رسولا لم نقاتلك فقال لعلی امحه قال علی ما انا بالذی امحاه فمحاه رسول اللّٰہ

کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والوں سے (تو) لکھا علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان میں ایک صلحنامہ تو دیکھ اس صلحنامہ میں جب) محمد رسول اللہ لکھا تو مشرکین نے کہا کہ محمد رسول مت لکھو۔ اگر (ہم) تم (کو) رسول (جانتے) ہوتے تو تم سے لڑائی کیوں کرتے پس فرمایا رسول اللہ نے علی سے کہ اس (رسول اللہ) کو مٹا دو علی نے کہا کہ میں رسول اللہ کو مٹانے والا آدمی نہیں ہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس لفظ کو مٹا دیا۔

بات یہ ہے کہ صلحنامہ میں جوں ہی محمد رسول اللہ لکھا گیا، مشرکین معترض ہوئے کہ ہم رسول اللہ نہ لکھنے دیں گے آنحضرت نے دفع شر کیلئے حکم دیا کہ اچھا اس لفظ کو مٹا دو۔ علی نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ کو اپنے ہاتھ سے لکھکر اپنے ہی ہاتھ سے تو نہیں مٹاؤں گا چونکہ صلحنامہ میں محمد رسول اللہ تک ہی لکھنے کی نوبت آئی تھی اس لئے آنحضرت نے خود آخر کے دو لفظ مٹا دئے یہ کونسی ایسی مشکل بات تھی جو بلا پڑھا ہوا آدمی نہیں کر سکتا تھا اور کسی مکتوب کے آخر کے دو لفظوں کا مٹا دینا پڑھے لکھے ہونے کی دلیل کیونکر ہو سکتی ہے ذرا سوچو اور عقل و انصاف سے کام لو۔

---

۵ صحیح بخاری جلد ثانی کتاب الصلح مطبوعہ کلکتہ صفحہ (۷۳)

دوسرا جواب

سوائے قاضی ابوالولید باجی کے کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے صلحنامہ لیکر خود لکھا اور قاضی باجی کا بھی کچھ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو لکھنا آتا تھا بلکہ ظاہر الفاظ حدیث پر نظر کر کے انھوں نے اس لکھنے کو آپ کا معجزہ قرار دیا کہ باوجود امی محض ہونے کے آپ لکھنے پر قادر ہو گئے بانیہمہ قاضی صاحب کا دعوی روایت و درایت کے بالکل خلاف تھا اس لئے تمام فقہائے مشرق و مغرب نے ان کی تکذیب کی چنانچہ حافظ ابن کثیر[ع] لکھتے ہیں ۔

ومن زعم من متاخری الفقہاء کالقاضی ابی الولید الباجی انہ علیہ السلام کتب یوم الحدیبیۃ ہذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ فانما حملہ علی ذلک روایۃ فی صحیح البخاری ثم اخذ فکتب وہذہ محمولۃ علی الاروایۃ

اور متاخرین فقہا میں سے جس شخص (جیسے قاضی ابوالولید باجی) نے یہ گمان کیا کہ آنحضرت نے حدیبیہ کے دن خود لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے جس پر مصالحت کی محمد بن عبداللہ نے" تو یہ گمان اسکا صحیح بخاری کی اس روایت کی بنا پر ہو کہ "پھر لیا آپ نے صلحنامہ کو پس لکھا" حالانکہ یہ الفاظ مجازی ہیں اور محمول ہیں اس دوسری روایت پر (جس میں صراحت ہے) کہ

ع تفسیر حافظ ابن کثیر جلد ہفتم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹۸

الاخری ثم امر فکتب ولھذا اشتد التنکیر من فقہاء المشرق والمغرب وتبرؤا منہ وانما اراد الرجل اعنی الباجی انہ کتب ذالک علی وجہ المعجزۃ لا انہ کان یحسن الکتابۃ۔	پھر حکم دیا آپ نے تو لکھا لکھنے والے نے اور اسی لئے انکار میں سختی کی مشرق و مغرب کے فقہا نے اور قاضی باجی کے قول سے راضی نہیں ہوئے اور قاضی باجی کا بھی اس کے سوا کوئی مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت نے بطریق معجزہ لکھا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو لکھنا اچھا آتا تھا۔

امام ابو العباس احمد بن محمد مقری لکھتے ہیں۔ ؎

ولما تکلم ابو الولید فی حدیث الکتابۃ یوم الحدیبیۃ الذی فی البخاری قال بظاھر لفظہ فانکرہ علیہ الفقیہ ابوبکر الصائغ وکفرہ باجازۃ الکتب علی تکذیب للقرآن۔	اور جب ابو الولید نے کلام کیا یوم حدیبیہ والی اس حدیث کتابت میں جو صحیح بخاری میں ہے وراںحالیکہ انھوں نے ظاہر لفظ کی بنا پر کہا تھا تو انکار کیا ان پر فقیہ ابوبکر صائغ نے وتکفیر کی ان کی بسبب اجازت کتابت کے رسول امی پر اور بلاشبہہ یہ قرآن کی تکذیب ہے (اور اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا)

؎ کتاب النفح الطیب جلد اول صفحہ ۵۵

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قاضی ابوالولید باجی جو اس بارہ میں ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور کے استاد ہیں معتمد علیہ نہیں ہیں اور ان کا یہ مسلک بھی ان کے شاگردوں ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کو کچھ مفید نہیں ہو سکتا ان لوگوں نے خواہ مخواہ کو انہیں اپنا پیشوا و استاد بنا لیا۔

اولاً۔ تو یہ روایت جو خبر آحاد ہے قرآن مجید کی خبر متواتر کے منافی ہے اور خبر آحاد جو اخبار متواترہ کی تکذیب کرتی ہو خود غلط ہو جاتی ہے اور اسی پر تمام اہل عالم کا اتفاق ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ قاضی نے صرف ظاہر الفاظ پر عقل سے کام نہ لیکر اعتماد کیا اور غلطی میں پڑ گئے ورنہ درحقیقت روایت کا یہ مطلب ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم متعاقب بیان کریں گے۔

تیسرے۔ یہ کہ باوصف یہ مطلب نکالنے کے قاضی باجی اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت کو ہرگز لکھنا نہیں آتا تھا حدیبیہ کے روز جو آپ نے لکھدیا وہ معجزہ کے طور پر روحانی قوت کے اثر سے تھا جیسا کہ اور معجزات کا حال ہے۔

تیسرا جواب

صحیح بخاری میں اسی کتاب الصلح کے باب الشروط میں ایک دوسری روایت ہے کہ۔

حدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر قال اخبرنی	حدیث بیان کی مجھ سے عبد اللہ بن محمد نے کہ حدیث بیان کی ہم سے عبد الرزاق نے کہا خبر دی ہمکو معمر نے کہا انھوں نے خبر دی مجھکو

الزہری فجاء سہیل
بن عمرو فقال ہات
اکتب بیننا و بینکم کتابا
فدعا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الکاتب فقال
النبی صلعم اکتب
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قال سہیل اما الرحمٰن
فو اللہ ما ادری ما ہو
ولکن اکتب باسمک
اللھم کما کنت تکتب
فقال المسلمون واللہ
لا نکتبہا الا
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
فقال النبی صلعم
اکتب باسمک اللھم
ثم قال ھذا ما
قاضی علیہ محمد
رسول اللہ فقال
سہیل واللہ لو کنا
نعلم انک رسول اللہ

زہری نے کہا پس آئے (حدیبیہ کے دن)
سہیل بن عمرو پھر کہا کہ لائیے اپنے اور آپ کے
درمیان ایک صلحنامہ لکھیں پس بلایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے کاتب کو پھر فرمایا آپ نے
کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اس پر) سہیل
نے اعتراض کیا کہ مگر رحمٰن کو تو واللہ ہم نہیں
جانتے کہ وہ کیا لفظ ہے لیکن لکھوائیے
باسمک اللھم جیسا کہ آپ پہلے لکھواتے
تھے تب مسلمانوں نے کہا کہ خدا
کی قسم ہم سوائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے
اس کو تو نہ لکھیں گے تب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا (اچھا) لکھو
باسمک اللھم پھر فرمایا کہ (لکھو کہ)
یہ عہدنامہ ہے جس پر صلح
کی محمد رسول اللہ نے تب
سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ خدا
کی قسم اگر ہم سمجھتے کہ آپ
رسول اللہ ہیں۔

ما صددناك عن البيت ولا قاتلناك ولكن اكتب محمد بن عبد الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم والله انی لرسول الله وان كذبتمونی اكتب محمد بن عبد الله قال الزهری وذلك لقوله۔

تو آپ کو کعبہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے ولیکن لکھوائیے محمد بن عبد اللہ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں بلا شبہہ اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم جھٹلاؤ (تو اس سے کیا ہوتا ہے) لکھو محمد رسول اللہ کی جگہ پر محمد بن عبد اللہ زہری کہتے ہیں یہ بسبب آپ کے قول۔

ف

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حدیبیہ کے روز جب مصالحت ٹھیر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلا کر صلحنامہ لکھوانا شروع کیا بیچ میں سہیل نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر اعتراض کیا اور اس کی عوض میں باسمك اللھم لکھوایا اس کے بعد محمد رسول اللہ لکھنے پر معترض ہوا کہ عہد نامہ پر یہ لفظ نہ لکھا جائے کیونکہ ہم اگر آپ کو رسول سمجھتے تو لڑائی کیوں ٹھنتی آپ نے فرمایا تمہارے جھٹلانے سے میری نبوت میں فرق نہیں آتا اور کاتب کو حکم دیا کہ محمد رسول اللہ ہٹا کر اسکی جگہ پر محمد بن عبد اللہ لکھو چنانچہ اس نے لکھدیا اور عہد نامہ مکمل کیا گیا۔

اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے ہوتے یا آپ کو لکھنا آتا تو دوسرے کاتب سے کیوں لکھواتے؟ اگر تم یہ جواب دو کہ

دوسرے سے لکھوانا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ خود اس کو لکھنے نہیں آتا کیونکہ سلاطین عالم کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ ان کے حکم سے دوسرے ملازمین و کاتبین عہد نامے اور صلحنامے لکھا کرتے تھے حالانکہ ان میں کے اکثر سلاطین پڑھے لکھے ہوتے تھے۔

یہ جواب درست ہے اور اسی سے ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے جب تم نے تسلیم کیا کہ سلاطین عالم کے دستور کے مطابق آنحضرت نے کاتب سے لکھوایا تو اب ہم پہلی روایت کے متعلق بلا کھٹکے کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کاتب عہد نامہ نے رسول کے فرمان کے مطابق محمد رسول اللہ لکھا اور سہیل فریق مخالف نے اصرار کیا کہ ہم محمد رسول نہ لکھنے دیں گے اسکی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے تو آنحضرت نے حکم دیا کہ اچھا محمد رسول مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھدو لیکن حضرت علی نے حمیت اسلامی کے جوش میں آکر فرمایا کہ میں تو محمد رسول اللہ کے الفاظ کو نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر آنحضرت نے حضرت علی کے ہاتھ سے عہد نامہ لے لیا اور دوسرے کاتب سے محمد بن عبد اللہ لکھوا دیا۔

اب بتاؤ کہ تمہارا جواب مان لینے کے بعد بھی ہمارا دعوی بدیہی طور پر ثابت رہا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کا خواندہ ہونا باطل ہوا یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت کو لکھنے آتا تھا مگر صلحنامہ قصداً اس لئے نہیں لکھا تا اپنے پڑھے ہونے کا راز فاش نہ ہو جائے تو یہ وہم بھی درست نہیں ہے۔

اولاً:- اس وجہ سے کہ لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ عہدنامہ یا صلحنامہ جیسی تحریروں کا دوسرے کاتبوں سے لکھوانا بادشاہوں کا دستور رہا ہے بادشاہ و سلاطین یہ چیزیں خود نہیں لکھا کرتے۔

ثانیاً :- اس وجہ سے کہ آنحضرت اگر لکھے پڑھے تھے تو اپنے اس راز کے فاش ہو جانے کے خیال سے خود لکھنا پسند نہیں کیا۔ تو پھر اسی مجلس میں رسول اللہ کے لفظ کو مٹا کر ابن عبد اللہ کیوں اور کیسے لکھا ؟

چوتھا جواب

کسی تاریخی روایت پر بحث کرنے سے پہلے اصول روایت پر اس کو جانچ لینا ضروری ہے۔ اگر معیار اصول صحت پر ٹھیک اتر جائے تو قابل بحث ہے ورنہ غیر صحیح اور لاطائل روایات پر بحث کرنی وقت عزیز کا ضائع کرنا ہے حدیث زیر بحث کا راوی براء (بن عازب) ہے اور وہ خود بیان کرتا ہے کہ

روی احمد بن طریق الثوری عن ابی اسحاق عن البراء قال ما کل ما نحدثکموہ عن رسول اللہ سمعناہ منہ حدثناہ اصحابنا وکان لیشغلنا رعیۃ الابل۔

(روایت کی احمد نے بطریق ثوری ابو اسحاق سے انھوں نے براء سے کہ) ہم جو کچھ حدیث تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں وہ سب رسول اللہ سے نہیں سنے ہیں (بلکہ) ہمارے لوگوں نے ہم سے بیان اور ہم کو تو اونٹ کے چرانے ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی ۔

جب براء نے خود علانیہ کہدیا کہ میں نے اکثر حدیثیں رسول اللہ سے

ع الاصابہ فی تمیز الصحابہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۸۹ ۔

دوسرے سے لکھوانا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ خود اس کو لکھنے نہیں آتا کیونکہ سلاطین عالم کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ ان کے حکم سے دوسرے ملازمین و کاتبین عہد نامے اور صلحنامے لکھا کرتے تھے حالانکہ ان میں کے اکثر سلاطین پڑھے لکھے ہوتے تھے۔

یہ جواب درست ہے اور اسی سے ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے جب تم نے تسلیم کیا کہ سلاطین عالم کے دستور کے مطابق آنحضرت نے کاتب سے لکھوایا تو اب ہم پہلی روایت کے متعلق بلا کھٹکے کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کاتب عہد نامہ نے رسول کے فرمان کے مطابق محمد رسول اللہ لکھا اور سہیل فریق مخالف نے اصرار کیا کہ ہم محمد رسول نہ لکھنے دیں گے اسکی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے تو آنحضرت نے حکم دیا کہ اچھا محمد رسول مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھدو لیکن حضرت علی نے حمیت اسلامی کے جوش میں آکر فرمایا کہ میں تو محمد رسول اللہ کے الفاظ کو نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر آنحضرت نے حضرت علی کے ہاتھ سے عہد نامہ لے لیا اور دوسرے کاتب سے محمد بن عبد اللہ لکھوا دیا۔

اب بتاؤ کہ تمہارا جواب مان لینے کے بعد بھی ہمارا دعوی بدیہی طور پر ثابت رہا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کا خواندہ ہونا باطل ہوا یا نہیں؟ اگر یہ لکھا جائے کہ آنحضرت کو لکھنے آتا تھا مگر صلحنامہ قصداً اس لئے نہیں لکھا تا اپنے پڑھے ہونے کا راز فاش نہ ہو جائے تو یہ وہم بھی درست نہیں ہے۔

اولاً:۔ اسوجہ سے کہ لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ عہد نامہ یا صلحنامہ جیسی تحریروں کا دوسرے کاتبوں سے لکھوانا بادشاہوں کا دستور رہا ہے بادشاہ و سلاطین یہ چیزیں خود نہیں لکھا کرتے۔

ثانیاً :- اس وجہ سے کہ آنحضرت اگر لکھے پڑھے تھے تو اپنے اس راز کے فاش ہو جانے کے خیال سے خود لکھنا پسند نہیں کیا۔ تو پھر اسی مجلس میں رسول اللہ کے لفظ کو مٹا کر ابن عبداللہ کیوں اور کیسے لکھا؟

چوتھا جواب

کسی تاریخی روایت پر بحث کرنے سے پہلے اصول روایت پر اس کو جانچ لینا ضروری ہے۔ اگر معیار اصول صحت پر ٹھیک اتر جائے تو قابل بحث ہے ورنہ غیر صحیح اور لاطائل روایات پر بحث کرنی وقت عزیز کا ضائع کرنا ہے حدیث زیر بحث کا راوی براء (بن عازب) ہے اور وہ خود بیان کرتا ہے کہ

روی احمد بن طریق الثوری عن ابی اسحاق عن البراء قال ما کل ما نحدثکموہ عن رسول اللہ سمعناہ منہ حدثناہ اصحابنا وکان لیشغلنا رعیۃ الابل۔

(روایت کی احمد نے بطریق ثوری ابو اسحاق سے انھوں نے براء سے کہ) ہم جو کچھ حدیث تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں وہ سب رسول اللہ سے نہیں سنے ہیں (بلکہ) ہمارے لوگوں نے ہم سے بیان کی اور ہم کو تو اونٹ کے چرانے ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔

جب براءؓ نے خود علانیہ کہدیا کہ میں نے اکثر حدیثیں رسول اللہ سے

عہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۸۹ ۔

نہیں سنیں کیونکہ مجھکو اونٹوں کے چرانے سے فرصت نہیں ملتی تھی تو اسکی تمام مرویات غیر معتبر ہوگئیں اور روایت زیر بحث سے استناد ہی درست نہیں رہا۔

معلوم نہیں کہ یہ روایت برار نے کس سے سنی اور جس سے سنی وہ مرد ثقہ بھی تھا یا نہیں۔

واقعہ حدیبیہ کے متعلق اور بھی روایتیں ہیں جن کو برار کے سوا دوسرے صحابہ نے بیان کیا ہے اور جن میں کی دو روایتوں کو ہم نے اوپر نقل کیا ہے کسی روایت میں یہ مضمون نہیں ہے کہ "علی نے رسول اللہ کے مٹانے سے انکار کیا تو آنحضرت نے کاغذ ان سے لیلیا اور مٹا کر خود محمد بن عبداللہ لکھدیا" پس اس بارہ میں برار بن عازب کی روایت کا متفرد ہونا اس کے عدم صحت کی کافی دلیل ہے۔

پانچواں جواب

حدیث زیر بحث کو صحیح باور کر لینے کے بعد ہی ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کا مطلب اسوقت حاصل ہو سکتا ہے جب عبارت روایت فاخذ رسول اللہ الکتاب فکتب۔ میں "فکتب" کو صیغہ ماضی معروف پڑھا جائے یعنی رسول اللہ صلعم نے عہد نامہ کو لیکر خود لکھا لیکن اس کے معروف ہی پڑھنے کے لئے کوئی بیّن وجہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فَکُتِبَ ماضی مجہول کا صیغہ ہے یعنی فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْکِتَابَ فَکُتِبَ ھٰذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ پس

رسول اللہ نے عہد نامہ کو لے لیا پھر لکھا گیا کہ یہ عہد نامہ ہے جس پر عہد کیا محمد بن عبد اللہ نے فقط اور کتِبَ کو صیغہ مجہول پڑھنے سے کسی قسم کی پیچیدگی واقع نہیں ہوتی مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ جب علی نے لکھنے سے انکار کیا تو رسول اللہ نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیلیا اور پھر لکھا گیا هذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ

اگر معترض کو کُتِبَ کے صیغہ مجہول پڑھنے میں کلام ہے اس کی وجہ پیش کرنی چاہیئے اور بتانا چاہیئے کہ اس کے مجہول پڑھنے میں کونسا امر مانع ہے۔ اب ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے مقلدین بتائیں کہ روایت زیر بحث سے وہ اپنا لایعنی دعوے کیونکر ثابت کر سکتے ہیں۔

چھٹواں جواب

لکھنا بمعنی لکھوانا بھی مستعمل ہے اور یہ محاورہ دنیا کی ہر قوم و ہر زبان میں دائر و سائر ہے۔ ایک جاہل گنوار جو حرف سے بھی آشنا نہیں اور صحیح لفظ تک ادا نہیں کر سکتا کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو آج ایک خط لکھا ہے یا فلاں کو کل ایک خط لکھنے کا ارادہ ہے یا کسی کے خط جواب دینا ہے پس ان جیسے سب صورتوں میں لکھنا لکھوانے کے معنی میں آتا ہے سلاطین اور والیان ملک اور بڑے بڑے لوگوں میں جو خط و کتابت ہوتی ہے وہ اُن کے ملازمین ہی لکھتے ہیں جو اس کام کے لئے مقرر ہوتے ہیں لیکن خط لکھنے کی اسناد اصل ہی کی طرف ہوتی ہے اور کہنے میں یہی آتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے فلاں رئیس یا بادشاہ کو اس

مضمون کا مراسلہ لکھا ہے حالانکہ لکھنے والا کوئی دوسرا ہوتا ہے، بادشاہ صرف مضمون کے لکھنے کا حکم دیتا ہے اور اسی حکم کی وجہ سے اسکی طرف کتابت کی اسناد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں شاہنامہ فردوسی کے چند اشعار پیش کرتے ہیں۔

ازاں پس خبر با فریدوں رسید — کہ گرشاسپ شد از جہاں ناپدید
یکے نامہ نزد نریماں نوشت — کہ ای پہلواں گرد نیکو سرشت

(۲)

یکے نامہ بنوشت شاہ زمیں — بخاور خدا و بہ سالار چیں

(۳)

سپہدار توراں دو دیدہ پر آب — شگفتے فرو ماندہ زافراسیاب
یکے نامہ بنوشت ارژنگ وار — برو کرد صد گونہ رنگ و نگار

اشعار میں لکھنے کی نسبت بادشاہوں کی طرف کیگئی ہے حالانکہ معلوم ہے کہ ان میں سے کسی بادشاہ نے بھی اپنے ہاتھ سے کسی کو خط نہیں لکھا نہ بادشاہوں کا یہ کام ہے چنانچہ اس کی توضیح وتائید دوسرے مقامات سے ہوتی ہے۔

(۱)

سپہبد نویسندہ را پیش خواند — دل اگندہ بودش ہمہ بر فشاند
یکے نامہ فرمود نزدیک سام — سراسر درود و نوید و خرام

(۲)

یکے نامۂ بر حریر سپید — بدو اندروں بیم جنگ و امید
دبیر خردمند بنوشت خوب — پدید آورید اندرو زشت و خوب

(۲)

دبیر جہاندیدہ راپیش خواند زباں برکشاد و سخن برفشاند

(۳)

دبیر نویسندہ راپیش خواند سخن ہرچہ بایست با او براند
بفرمانش برنامہ خسروی زعنبر نوشتند خط پہلوی

غرض کہ یہ محاورہ ہر زبان میں اس کثرت سے شایع و ذائع ہے جس کا احصار محال ہے اور یہ ایک ایسی معلوم و مشہور اصلاح ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور جب یہ امر متحقق ہے تو روایت زیر بحث مخالفین اسلام کیلئے کچھ مفید نہ رہی۔ ہم روایت کو بھی صحیح باور کریں۔ کَتَبَ کو صیغہ معروف بھی پڑھیں تو بھی مخالف کا یہ دعوی کہ رسول اللہ نے اپنے ہاتھ سے خود لکھا باطل ہو جاتا ہے کیونکہ لکھنا لکھوانے اور حکم کرنے کے معنی میں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری اتنی تحریر مخالف کو خاموش ولاجواب کرنے اور اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے کافی سے بہت زیادہ ہے

چھٹواں واہمہ

واہمہ پرست علمائے مسیحی فرماتے ہیں کہ محمد مصطفےٰ نے سلمان فارسی سے بہت کچھ علمی فائدے اٹھائے۔ سلمان فارسی مجوسی عالم اور مذہب مجوس کی متبرک کتاب ژند پاژند سے خوب واقف تھے وہ آخر مسلمان ہوئے اور ان کے مسلمان ہونے کے بعد محمد صلعم نے ان سے علمی استفادہ

کیا چنانچہ قرآن مجید میں جنت و دوزخ کے متعلق جسقدر مضامین ترغیب و ترہیب ہیں وہ سب، سلمان فارسی کی تعلیم سے ہے کیونکہ ژند پاژند میں بھی ترغیب و ترہیب اور جنت و دوزخ کے بیانات اسی طرح واقع ہوئے ہیں

پہلا جواب

ہم پوچھتے ہیں کہ محمد مصطفےٰ نے تو سلمان فارسی سے ان کے مسلمان ہونیکے بعد تعلیم حاصل کی ہوگی، لیکن سلمان فارسی کے مسلمان ہونے کی کیا وجہ ہوئی۔ جب آپ کی ساری نبوت کی کائنات یہ تھی کہ قرآن کا ایک اچھا جزو، سلمان فارسی کے معلومات ژند و پاژند پر مدون و مولف ہوا، اور انہیں کی زبان سے جو کچھ سُنا، اس کو اپنی زبان میں ترجمہ کرکے وحی الٰہی قرار دیدیا تو سلمان فارسی محمد صلعم کی نبوت کے قائل کیسے ہوگئے۔ اور جو دھوکے دھڑی میں مسلمان ہوگئے تو ان ایسا سمجھدار عالم بعد کو اسلام پر قائم کیونکر رہا۔ پس سلمان فارسی کا مسلمان ہونا اور آخر دم تک اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا، وا ہمہ بازعلمائے مسیحی کی تُک بندیوں کا روشن جواب ہے۔

دوسرا جواب

ترغیب و ترہیب اور جنت و دوزخ کی قریباً تمام آیات ذیل کی باون ۵۲ سورتوں میں وارد ہیں۔

(۱) الاعراف	(۲) یونس	(۳) ہود	(۴) رعد	(۵) ابراہیم	(۶) الحجر
(۷) بنی اسرائیل	(۸) الکہف	(۹) مریم	(۱۰) طٰہٰ	(۱۱) الانبیاء	(۱۲) الحج
(۱۳) المومنون	(۱۴) الفرقان	(۱۵) العنکبوت	(۱۶) السجدہ	(۱۷) الفاطر	(۱۸) السبا
(۱۹) الصافات	(۲۰) ص	(۲۱) الزمر	(۲۲) حم السجدہ	(۲۳) الزخرف	(۲۴) الدخان
(۲۵) الجاثیہ	(۲۶) محمدؐ	(۲۷) ق	(۲۸) القمر	(۲۹) الرحمٰن	(۳۰) الواقعہ
(۳۱) الملک	(۳۲) الحاقہ	(۳۳) المعارج	(۳۴) المزمل	(۳۵) المدثر	(۳۶) الدہر
(۳۷) المرسلات	(۳۸) النبأ	(۳۹) الغاشیہ	(۴۰) البلد	(۴۱) اللیل	(۴۲) القارعہ
(۴۳) النحل	(۴۴) الروم	(۴۵) الشوریٰ	(۴۶) الذاریات	(۴۷) الطور	(۴۸) الحدید
(۴۹) الصف	(۵۰)		(۵۱) التطفیف		(۵۲) یٰسٓ

ان سورتوں کے علاوہ جو چند آیتیں دوسری سورتوں میں جنت و دوزخ کے متعلق آگئی ہیں وہ کوئی نئے مضامین کی آیتیں نہیں ہیں بلکہ ان کو مکررات سمجھنا چاہیئے۔

بہر حال جنت و دوزخ کے متعلق جتنی آیتیں قرآن مجید میں ہیں وہ تمام انہیں (۵۲) سورتوں میں ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔

سلمان فارسی مدینہ میں ہجرت کی بعد مسلمان ہوئے اور ۳۶ھ میں فوت ہوئے اس حساب سے تمام آیات جنت و دوزخ سلمان فارسی کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی نازل ہو چکی تھیں پس واہمہ باز مخالفین اسلام کا یہ کہنا کہ قرآن مجید کی آیات ترغیبی و ترہیبی سلمان فارسی کی تعلیم کا نتیجہ ہیں کتنا بڑا مغالطہ اور کیسا صاف و صریح کذب و افترا ہے تعجب ہے کہ علامہ ریورنڈ راڈویل صاحب اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن مجید میں مذکورہ بالا باون سورتوں کو مکی تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی ترغیبات و ترہیبات کو سلمان فارسی کی تعلیم بتلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ سلمان فارسی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام لائے جبکہ آیات جنت و دوزخ بتمامہا اتر چکی تھیں اور یہ امور ایسے مشہور و معلوم ہیں جن کو تاریخی دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے اگر اسلام پر نکتہ چینی کرنے والے مسیحی علماء نہ جاننے کا عذر کریں تو اس مبلغ علم پر یہ نکتہ چینیاں؟ نہایت شرمناک بات ہے ؎

بت کریں آرزو خدائی کی — شان ہے تیری کبریائی کی

علامہ ای۔ یم۔ وہیری۔ ایم۔ اے۔ اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی نے ہجرت سے بہت پہلے پیغمبر اسلام سے

ع ۵ اصابہ فی تمیز الصحابۃ ۱۲۔

ملاقات کی مکہ معظمہ میں ساتھ رہے اور پیغمبر اسلام ان کے علم وفضل سے
مستفید ہوتے رہے پھر جب آنحضرت نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مدینہ
پہونچکر مسلمان ہو گئے۔

جواب

افسوس ہے کہ فخر یورپ علمائے مسیحی بے سند اور صریح جھوٹ بولتے
ہیں اور شرم نہیں کرتے۔

اولاً۔ تو دعویٰ کیا اور دلیل ندارد اس کا کیا تاریخی ثبوت ہے کہ سلمان
فارسیؓ ہجرت سے پہلے آنحضرتؐ سے ملے ؟ کوئی کمزور سے کمزور روایت
بھی تو پیش کی ہوتی کہ قسم کھانے کو جگہ رہتی واقعی ان متعصب علمائے مسیحی
کو بے سند دعووں کے کرنے اور اسلام پر افترا باندھنے میں کمال حاصل ہے

دوسرے۔ یہ کہ جب سلمان فارسیؓ خود پیغمبرؐ کے استاد تھے اور دیکھتے
تھے کہ میری ہی بتائی ہوئی باتوں کو وہ آسمانی وحی قرار دیکر اپنے کو
رسول اللہ مشہور کرتے ہیں تو باوجود اس علم کے انھوں نے پیغمبر کے
مذہب مصنوعی کو کیوں اختیار کیا اور مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی سے
کیوں قایم رہے۔

تیسرے۔ یہ کہ سلمان فارسیؓ نے اگر اپنی استادی کو خود راز میں رکھا
تو مسٹر ویری اور سر ولیم میور وغیرہ تک یہ کہانی کسطرح پہونچی ؟ اگر انھوں
نے راز میں نہیں رکھا بلکہ ظاہر کر دیا کہ محمد کی ساری نبوت میری تعلیم
کی وجہ سے ہے تو یہ راز فاش ہو کر مشہور کیوں نہیں ہوا۔ اور اگر مشہور
ہوا تو اسلام کے دشمنوں کے نوشتوں میں اس کا پتہ کیوں نہیں ملتا ہے

جو یورپ کے دشمنان اسلام گھبرا گھبرا کر اسلامی تواریخ ٹٹولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی تاویلات رکیکہ اور تحریفات جلیہ سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرا جواب

اتنا کہدینا کہ ژند یاژند میں دوزخ و جنت کی ترغیب و ترہیب اسی طرح پر ہے جس طرح قرآن مجید میں وارد ہے ایسے عظیم الشان دعوے کا کمزور ثبوت بھی نہیں بن سکتا۔ کم از کم ان دونوں کتابوں کے بیس تیس مقامات کو بالمقابلہ نقل کر کے پیش کرنا چاہیئے تا دیکھنے والے وزن کر سکیں کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا ہے۔

چوتھا جواب

اگر یہ صحیح بھی ہو کہ قرآن مجید میں جنت و دوزخ کی وہی ترغیبات و ترہیبات ہیں جو کتاب ژند پاژند میں ہیں (حالانکہ یہ دعویٰ محض غلط ہے) تو اس سے آنحضرت کا سلمان فارسی سے تعلیم پانا یا قرآن مجید کا ژند پاژند سے ماخوذ ہونا لازم نہیں آتا۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ سلمان فارسی مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے جس وقت قرآن کا بیشتر حصہ نازل ہو چکا تھا اور جنت و دوزخ کی قریباً کل آیتیں اتر چکی تھیں ایسی حالت میں تعلیمات قرآنیہ کو

تعلیم سلمان فارسی کہنا ابلہ فریبی ہے۔

ثانیاً۔ اسوجہ سے کہ دنیا کے ہر مذہب حق کا موضوع ایک ہی ہے یعنی انسان کو بری باتوں سے روکا جائے اور اچھی باتوں کی ہدایت دیجائے پھر اس کو واضح طور پر بتایا جائے کہ اس دنیا کے ماورا ایک اور عالم ہے جہاں انسان مرنے کے بعد جاتا ہے وہاں نیکی و بدی کی جزا و سزا پاتا ہے نیکیوں کے بدلے میں عمدہ عمدہ راحت کی چیزیں اور آرام و آسایش کے سامان ہیں اور گناہوں کی پاداش میں سخت ترین عذاب و عقاب پس جس مذہب میں ترغیب بلا ترہیب ہے یا ترہیب ہے مگر ترغیب نہیں ہے یا ترغیب و ترہیب کچھ نہیں ہے وہ مذہب مکمل نہیں ہے اور وہ کبھی فروغ نہیں پا سکتا نہ اس کی اشاعت عام ہو سکتی۔ کیونکہ ترغیب و ترہیب مقتضائے بشریت سے ہے جب تک ڈرایا نہ جائے کہ فلاں کام کرنے میں یہ خرابیاں ہیں یا اس کے ارتکاب سے یہ یہ سزائیں بھگتنی پڑتی ہیں انسان اس کام سے باز نہیں آتا اس لئے کہ کسی کام سے باز رہنے کے لئے کوئی وجہ ہونی چاہیئے خصوصاً ایسے کام جن کے ارتکاب میں بالفعل لذت یا نفع ہو۔ اسی طرح جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ فلاں فلاں کام اچھے ہیں اور ان کے کرنے سے راحت و آسائش کا ملنا یقینی ہے، انسان ان کے کرنے پر دل سے متوجہ نہیں ہوتا پس جب مذہب نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ تم فلاں فلاں کام کرو اور فلاں فلاں کام نہ کرو تو ساتھ ہی ترغیب و ترہیب بھی واجب ہوئی کہ اطاعت میں اور احکام شریعت کے بجالانے میں یہ فوائد اور آرام و آسائش ہیں اور ارتکاب نواہی و معاصی میں یہ نقصانات

ومضرات ہیں تاکہ نعمتوں کے خیال سے انسان اُن احکام کی بجا آوری میں کوشش کرے اور عذاب ومضرات کے خوف سے ارتکاب مناہی سے باز رہے۔

جب اسقدر ثابت ہوگیا کہ ہر مذہب حق کے لئے ثمار بعد الموت کی بشارت اور عذاب مابعد الموت کی ترہیب لازمی وضروری ہے تو دنیا کی ناطق مخلوق کو ترغیب وترہیب انہیں چیزوں میں ہوگی جو ان کے گرد وپیش ہیں جن سے وہ لذت اٹھاتے ہیں اور جن کو وہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ جن چیزونکو ہم نے دیکھا نہیں جن کی لذت معلوم نہیں یا جو چیزیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں ان کی رغبت دلانی یا ان سے ڈرانا محض بے فائدہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا کی جن چیزوں سے انسان لذت یا نفع اٹھاتا ہے اور جن چیزوں سے اس کو تکلیف پہونچتی ہے اُن تمام لذائذ وتکالیف میں دنیا کے سارے بنی آدم برابر کے حصہ لینے والے ہیں۔ پھر جب تمام بنی آدم کیلئے لذائذ وتکلیفات ایک ہی ہیں تو تمام مذاہب حقہ کی ترغیب وترہیب کا متحد ہونا بھی ضرور ہے۔

پس اگر قرآن مجید نے انہیں چیزوں کی ترغیب دی اور انہیں چیزوں سے ڈرایا جو ژند یا ژند یا دوسری آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں تو اس میں کون سی قباحت ہے اور اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ آنحضرت نے ان مضامین کو ژند یا ژند سے اخذ کرلیا؟ بلکہ دوسری آسمانی کتابوں سے قرآن کا مطابق ہونا اُس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

ساتواں واہمہ

عقل کے دشمن کہتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ ایک پڑھی لکھی، سمجھدار اور اپنے مذہب کی بڑی واقف کار عورت تھی۔ وہ لونڈی کی حیثیت سے پیغمبر اسلام کی حرم میں داخل ہوئی چنانچہ اس کے بطن سے آنحضرت کے ایک بیٹا ابراہیمؑ پیدا ہوا جو چند مہینوں کا ہو کر فوت ہو گیا قرآن کی تدوین اور نئے مذہب کے قائم کرنے میں آپ کو اس عورت سے بھی بہت کچھ مدد ملی اور اسلام کے بہت سے مسائل اس کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ اگرچہ عام مورخین اس کے قائل ہو گئے ہیں کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت کی لونڈی تھی جس کو والی اسکندریہ نے تحفہ میں بھیجا تھا اور اس کے بطن سے ابراہیم بن محمدؐ پیدا ہوئے لیکن میرے نزدیک اس کی کچھ اصلیت ہی نہیں ہے ماریہ قبطیہ ہرگز رسول اللہ صلعم کی کوئی لونڈی نہیں تھی نہ ابراہیم بن محمد کسی لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوئے خود حاطب بن ابی بلتعہ کا والی اسکندریہ کے پاس بطور وفد رسول کے جانا ثابت نہیں ہے۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ یہ روایت (کہ حاطب بن ابی بلتعہ رسول اللہ کی طرف سے بطور وفد مقوقس والی مصر و اسکندریہ کے پاس گئے۔ اس نے تین لونڈیاں تحفہ کے طور پر پیش کیں جن میں سے ماریہ قبطیہ کو آنحضرت اپنے تصرف میں لائے جس سے ابراہیم پیدا ہوئے) صحاح ستہ کی کسی حدیث میں نہیں ہے بلکہ یہ روایت طبرانی کی ہے جو ایسی واہی تباہی [illegible] روایت کر دینے کا عادی ہے اور بعد والے مورخین نے [illegible]

اس کی تقلید کی اور سب نقل کرتے چلے آئے۔

دوسرے:۔ اس وجہ سے کہ ماریہ قبطیہ سے ایک حدیث بھی مروی نہیں ہے حالانکہ اگر وہ آنحضرت کے تحت میں ہوتی تو ضرور کچھ نہ کچھ حدیثیں اس سے روایت کی جاتیں۔

ابراہیم بن محمدؐ ماریہ قبطیہ کے نہیں حضرت خدیجۃ الکبرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہ محل اس بحث کا نہیں ہے ورنہ ہم اس کو اچھی طرح ثابت کر دکھاتے انشاء اللہ تعالیٰ اس مبحث میں آیندہ بشرط فرصت ایک مستقل رسالہ لکھا جائے گا۔ بہرحال اگر عام مورخین کی تقلید میں اس روایت کو مان لیا جائے تو اس واہمہ کے تین عمدہ جواب ہیں۔

پہلا جواب

سنہ ہجری میں جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عرب وعجم کے پاس سفارتیں بھیجیں اور سب کو اسلام کی دعوت دی ان سفارتوں میں سے ایک سفارت بادشاہ مقوقس والی مصر و اسکندریہ کے پاس بھیجی گئی جس کے سردار حاطب بن[ف] ابی بلتعہ تھے۔ مقوقس بادشاہ نے آپ کو نبی اللہ تسلیم کیا۔ وفد رسول اللہ صلعم کو عزت و احترام کے ساتھ مہمان رکھا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ جواب دیکر رخصت کیا تو بطور بادشاہی تحائف کے تین چیزیں ساتھ بھیجیں۔ ایک اونٹ جس کا نام دلدل تھا

ف تہذیب الاسماء للامام النووی مطبوعہ صفحہ (۲۹۲)۔

دوسرے[۲] خچر۔ تیسرے[۳]۔ دو یا تین لونڈیاں جن میں کی ایک ماریہ قبطیہ تھی۔ لونڈیوں میں سے ماریہ قبطیہ کو آنحضرت نے خود لیلیا جس سے ابراہیم پیدا ہوئے اور بقیہ کو دوسرے (صحابہ) کے حوالہ فرما دیا یہ ماریہ قبطیہ آخر کو مسلمان ہوگئی اور سنہ ۱۶ ہجری میں حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں اُس نے انتقال کیا۔

تاریخ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے جن ممالک میں لونڈی غلاموں کا رواج تھا وہاں ان لوگوں کی کیا آؤ بھگت تھی اور کس طرح ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔ اور کس قسم کی تعلیم ان کو دیجاتی تھی۔ ماریہ قبطیہ لونڈی تھی۔ وہ ہرگز کوئی پڑھی لکھی عورت نہ تھی اور بفرض محال اگر پڑھی لکھی تھی بھی تو اس کی تعلیم اس درجہ کی نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ محمد مصطفےٰ جیسے ربانی علم والے کو کچھ سکھا سکتی اور اس کی تعلیم پر اسلام جیسے برتر مذہب کی بنا قائم ہوتی۔

دشمن اسلام کو چاہیئے کہ ماریہ قبطیہ کا علم و فضل ثابت کرے۔ پھر اس بات کا ثبوت دے کہ پیغمبر اسلام نے اس سے پڑھا اور نیز یہ کہ ماریہ قبطیہ کس مذہب کی عورت تھی اور کون سے مسائل اسلام اس کی تعلیم پر قائم کیئے گئے۔ اور اگر وہ ان امور پر کمزور سے کمزور دلیل بھی قائم نہیں کرسکتا اور واقعی نہیں کرسکتا۔ تو ایسی واہی تباہی باتیں کرنے سے پہلے اسکو اپنے بیمار دماغ کا علاج کرنا چاہیئے۔

دوسرا جواب

ماریہ، بت پرست قبطی قوم کی ایک بت پرست عورت تھی۔ اگر وہ صاحب علم

اور اپنے مذہب سے واقف تھی بھی تو وہی بت پرستی کے مسائل جانتی رہی ہوگی جن کی قرآن مجید نے تکذیب کی اور جن کی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ کر پھینکدیا پس اگر ماریہ قبطیہ کی وجہ سے پیغمبر اسلام کو کچھ معلومات ہوئے تو ان معلومات سے آپ کی نبوت کو کسی قسم کا ہرج نہیں پہونچ سکتا زیادہ سے زیادہ یہ کہسکتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ اور اُس جیسے بت پرست اور باطل مذہب والوں سے آپ کو ان کے جزوی مسائل وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئے جن کو کھلے طور پر آپ نے باطل کر دیا۔

تیسرا جواب

ماریہ قبطیہ سنہ ہجری میں مدینہ منورہ آئی اور اس کے آنے کے تین ہی سال بعد آنحضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ماریہ قبطیہ کے آنے کیوقت مذہب اسلام قریباً مکمل ہو چکا تھا۔

میں نہیں سمجھتا کہ ایسی حالت میں ماریہ کو رسول کی معلمہ قرار دینے سے مخالفین اسلام کیا نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور یہ تعلیم کہاں تک قادح نبوت ہو سکتی ہے۔

آٹھواں واہمہ

جس کا درجہ کذب سیاہ سے بھی زیادہ ہے یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل کے ایک بہت بڑے یہودی عالم تھے

اور ان سے پیغمبر اسلام نے توریت کی تعلیم پائی اور مسائل توریت کو قرآن میں داخل کیا۔

پہلا جواب

اگر دن کو رات ماننا ممکن ہے تو ہم اس واہمہ کو مان کر گزارش کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اگر توریت کے مسائل کو عبداللہ بن سلام سے معلوم کر لیا تو انہیں مسائل کو معلوم کیا ہوگا جن کو قرآن مجید نے منسوخ و باطل کر دیا۔ پھر تو ایسی تعلیم سے قرآن کے کلام اللہ ہونے اور پیغمبر کی نبوت میں کوئی قدح نہیں ہوئی۔

دوسرا جواب

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رہے عبداللہ بن سلام سے ملاقات نہیں ہوئی مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد سلنہ ہجری میں عبداللہ بن سلام نے خدمت شریف میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آنحضرت کا دعوٰۓ نبوت ہر طرف عام ہو گیا تھا اور قرآن مجید کا بیشتر حصہ (قصص و احکام) مکمل ہو چکا تھا۔ سمجھدار وہ ہے جو بات کرنے سے پہلے سوچ لے کہ ہماری بات کہاں تک قبول کی جا سکتی ہے اور وہ قبول

ے الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۱۲-

ہونے کے قابل ہے بھی یا نہیں افسوس کہ علمائے مسیحی افراط تعصب میں اس کا ذرا خیال نہیں کرتے۔

نواں واہمہ

مسٹر ڈی۔ ایس مارگولی اوتھ[1] طبقات ابن سعد (جلد ۳ صفحہ ۱۶۲) کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ جس وقت پیغمبر اسلام مکہ معظمہ میں زید بن ارقم کے مکان میں اپنی خفیہ پارٹی کے ساتھ تشریف فرما تھے صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر دو غلام پوشیدہ طور پر آپ کے پاس آتے اور آپ کو تعلیم دیتے تھے۔ قرآن کی تصنیف و تالیف انہیں لوگوں کی مدد سے ہوئی۔

جواب

اتنا سچ ہے کہ صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر زید بن ارقم کے مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے چنانچہ اسی مکان میں یہ دونوں مسلمان ہوئے رہی یہ بات کہ عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان آپ کو تعلیم دیتے تھے اور یہ کہ قرآن کی تصنیف میں شریک تھے ایک نمایاں کذب و افترا ہے اور طبقات ابن سعد کا حوالہ دینا اس سے بڑھ کر بہتان عظیم اور دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے۔ طبقات ابن سعد جلد (۳) صفحہ (۱۶۲) میں صاف

[1] دیکھو کتاب Mohammed and the Rise of Islam (by) D. S. Margoliouth

لکھا ہے کہ :-

اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی عبد اللہ بن ابی عبیدۃ عن ابیہ قال عمار بن یاسر لقیت صھیب ابن سنان علی باب دار الارقم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا فقلت ما ترید فقال ما ترید انت فقلت اردت ان ادخل علی محمد فاسمع کلامہ قال وانا ارید ذلک قال فدخلنا علیہ فعرض علینا الاسلام فاسلمنا ثم مکثنا یومنا علی ذالک حتی امسینا ثم خرجنا ونحن مستخفون فکان اسلام عمار

خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے کہا انھوں نے کہ خبر دی مجھکو عبد اللہ بن ابی عبیدہ نے اپنے باپ سے کہ کہا عمار بن یاسر نے کہ ملاقات کی میں نے صہیب بن سنان سے ارقم کے مکان کے دروازہ پر درانحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھے تو میں نے صہیب سے پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے انھوں نے جواب دیا کہ جو تمہارا ارادہ ہے میں نے کہا میرا ارادہ تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور اس کی بات سنوں صہیب نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے عمار کا بیان ہے کہ پھر ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو ہم پر اسلام پیش کیا گیا پس اسلام قبول کیا ہم نے پھر دن بھر وہیں ٹھیرے رہے ہم یہانتک کہ شام کی ہم نے پھر وہاں سے نکلے ہم درحالیکہ ہم پوشیدہ رہتے تھے تو عمار اور صہیب کا

وصہیب بعد بضعة وثلاثین رجلاً۔	اسلام اکتیس یا انتالیس مردوں کے بعد تھا۔

اس کے سوا، ابن سعد میں کہیں اس بات کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تعلیم دیتے تھے یا قرآن مجید کی تدوین و تصنیف میں ان کی کسی قسم کی شرکت تھی۔

اللہ اکبر! طبقات ابن سعد چھپی ہوئی کتاب ہے ہر گلی کوچہ کے عربی کتب خانہ میں عام طور پر ملتی ہے دنیا سے عربی جاننے والے مفقود نہیں ہوئے ہیں باوجود ان امور کے مسٹر مارگولوتھ نے کس جرأت کے ساتھ لکھ دیا کہ صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر دو غلاموں کا رسول خدا کو تعلیم دینا ابن سعد میں مذکور ہے اور تاریخ جاننے والوں سے کچھ شرم نہیں کی جب مطبوعہ کتب پر افترا باندھنے کا یہ حال ہے تو جو کتابیں نایاب و غیر مطبوع ہیں یا جن کی زبانیں مروج نہیں ہیں ان کے حوالوں میں اور انکی تحریف و تغیر میں کیا کچھ آفتیں نہ ڈھاتے ہوں گے پھر ظاہر ہے کہ جس قوم نے توریت و انجیل جیسی آسمانی کتابوں کو محرف کر ڈالا اس کو غیر آسمانی کتابوں کے محرف کرنے میں کونسا امر مانع آسکتا ہے پس عاقل کو چاہیے کہ ایسے مورخین کے حوالوں اور محض بیانات پر اعتماد نہ کرے جبتک خود معلوم نہ کرلے۔

دوسرا جواب

صہیب بن سنان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض صہیب بن سنان

کہتے ہیں۔ بعض خالد بن عمرو بن عقیل کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام طفیل بن عامر بن جندلہ بن سعد بن جدیم بن کعب بن سعد بن اسلم ہے بہر حال در حقیقت نام جو کچھ رہا ہو وہ مشہور صہیب بن سنان کے نام سے ہیں اور وہ رومی الاصل تھے علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے باپ اور چچا کسریٰ کی طرف سے ایلہ کے عامل تھے دریائے دجلہ کے کنارے موصل کی طرف ان کی بستی تھی۔

غرضکہ صہیب کا نشو ونما روم میں ہوا۔ یہ بچے ہی تھے کہ رومیوں نے لوٹ مار کر ان کو پکڑ لیا۔ ایک زمانہ تک غلامی میں نشو ونما پاتے رہے پھر قبیلہ بنی کلب کے ایک شخص نے ان کو خریدا اور مکہ معظمہ میں لاکر عبداللہ بن جدعان تیمی کے ہاتھ بیچ دیا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن جدعان نے ان کو آزاد کر دیا۔[ے] بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ صہیب بن سنان رومیوں کی غلامی سے گھبرا کر جان بچا کے بھاگے اور مکہ معظمہ پہنچے مگر یہ روایت عام مورخین میں معتمد علیہ نہیں ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صہیب رومی کا اکثر زمانہ اور خاص کر زمانہ تعلیم و تربیت غلامی میں گزرا پھر جب آزاد ہوئے تو مشرکین مکہ کی صحبت نصیب ہوئی جو سوائے بدمعاشی۔ جہالت۔ زنا۔ بت پرستی کے دوسرا کوئی عمدہ کام جانتے ہی نہیں تھے۔ تو ایسے شخص (صہیب بن سنان) کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مذہب مسیحی کا بڑا واقف کار تھا۔ صاحب علم و فضل تھا۔ محمد مصطفےٰ کا استاد اور تصنیف قرآن میں شریک تھا بلکہ اسلام کی بنا

ے کتاب الاصابہ و ترجمہ قرآن از مسٹر ویری ۱۲۔

اسی کی وجہ سے قائم ہوئی؟ کسی سمجھدار منصف کا کام نہیں ہے۔
اولاً:۔ تو رومیوں کے غلاموں کو پڑھنا ہی جرم تھا رومی نصاریٰ نہ اپنے غلاموں کو پڑھاتے تھے نہ ان کو پڑھنے کا موقع دیتے تھے
ثانیاً:۔ یہ کہ ان رومی غلاموں کی تعلیم جرم نہ بھی رہی ہو تو صہیب بن سنان کو علم و فضل حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ دشمنان اسلام کوئی تاریخی روایت پیش نہیں کر سکتے کہ صہیب رومی کا شمار کبھی ذی علم لوگوں میں رہا ہے۔ اور جب ان کی علمی قابلیت اتنی بھی نہ تھی کہ اہل علم میں اُن کا نام لیا جاتا تو ہمارے مسیحی دوستوں کا یہ دعویٰ کہ" محمد مصطفےٰ نے ان سے علم حاصل کیا اور قرآن جیسی جلیل الشان کتاب اُن کی امداد سے مصنّف ہوئی، کسقدر بعید العقل ہے۔

علیٰ ہذا القیاس عمار بن یاسر بھی معمولی اور غلامی سے آزاد کئے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔ نہ وہ کوئی صاحب علم شخص تھے نہ کسی آسمانی مذہب کے واقفکار تھے۔ وَمَنِ ادَّعیٰ فَعَلَیْهِ الْبَیَانُ۔

دسواں واہمہ

علامہ راڈویل مترجم قرآن۔ علامہ ویری ایم۔ اے مترجم قرآن علامہ اسپرنگر اور سر ولیم میور وغیرہ مسیحی علماء لکھتے ہیں کہ:۔

(۱) بلعام آہنگر	(۲) یعیش غلام بنی مغیرہ
(۳) جبر غلام عامر بن الحضرمی	(۴) یسار غلام
(۵) عایش غلام خویطب بن عبد العزیٰ	(۶) عداس غلام عتبہ بن ربیعہ

(۷) قیس نصرانی (۸) حاطب بن ابی بلتعہ

(۹) صہیب بن سنان (۱۰) عمار بن یاسر

(۱۱) عبد اللہ بن سلام یہودی (۱۲) سلمان فارسی

یہ بارہ شخص جن میں سے اکثر غلام تھے، پیغمبر اسلام کے استاد ومعلم تھے۔ یہ سب آپ کی خفیہ پارٹی کے اعلیٰ ترین ممبر تھے جو زید بن ارقم کے گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تصنیف و تالیف کرتے تھے۔ قران کے تمام مسائل انہیں لوگوں کی طباعیوں کا نتیجہ ہیں اور اسلام ایک نیا مذہب جو مذہب یہود و نصاریٰ وغیرہ کا معجون مرکب ہے انہیں یاروں کی کرامات ہے۔

پہلا جواب

ہمارے ان مسیحی عنایت فرماؤں کی یہ کوئی ذاتی جدید تحقیقات نہیں ہے۔ بعض کفار مکہ بھی عاجز آکر ایسی ہی ہٹ دھرمی کے بلا دلیل دعوے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے دو مقامات پر کفار کے ایسے مطاعن کو نقل کرکے ان کی تکذیب فرمائی ہے۔

پہلی آیت سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا وَقَالُوا

اور کافر (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ تو نرا جھوٹ ہے جسکو اس (محمد) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اسکی مدد کی (الٰہی بات کہنے سے) یہ لوگ (بڑے ہی) ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔	(قرآن) اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں جسکو اس (شخص) نے کسی سے لکھوالیا ہے اور وہی صبح وشام اسکو پڑھ پڑھ کر سنا ہو (اور یاد کرائی) جاتی ہیں

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ	اور (اے پیغمبر!) ہم کو تحقیق معلوم ہے کہ کفار (قرآن کی نسبت) اشتباہ کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو اس شخص (محمد) کو کوئی آدمی سکھا یا کرتا ہے سو جس شخص کی طرف (سکھانیکی) نسبت کرتے ہیں اس کی بولی تو عجمی ہے اور یہ (قرآن) صاف عربی زبان (میں) ہے

مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عبارت بڑی فصیح عربی ہے غیر ملک کا آدمی ایسی عمدہ عربی جان نہیں سکتا۔ تو وہ دوسرے کو کیا سکھائے۔ قرآن کے مقابلہ میں جب کفار مکہ کی کوئی دلیل وتدبیر پیش نہ گئی تو "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" انھوں نے عاجز آکر یہ انوکھا طعن قرآن پر کر دیا کہ محمد کو کوئی شخص سکھاتا ہے اور اسی آموختہ کو وہ وحی الٰہی اور کلام ربانی کہکر دوسروں کو فریب دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس طعن کے دو جواب دئیے ایک یہ کہ محمدؐ صلعم کو جو شخص سکھاتا ہے وہ عربی ہے یا غیر عربی؟ اگر غیر عربی ہے تو عجمی شخص جس کی مادری زبان عربی نہیں ہے نہ خود فصیح عربی بولنے پر قدرت رکھتا وہ دوسرے (محمدؐ) کو فصیح عربی کی تعلیم کیونکر دیسکتا ہے؟ اور بالفرض محال اگر عجمی شخص قرآن جیسی عبارت سکھا سکتا ہے تو جس طرح محمدؐ دوسرے سے قرآن لکھواتے ہیں

تم بھی دوسروں سے اس کے جواب میں ویسی ہی فصیح عبارت لکھوا کر قرآن کے دعوے کو باطل کر دو۔

دوسرا جواب

قرآن مجید کی فصاحت ایسے اعلیٰ ترین درجہ پر ہے کہ فصحائے عرب جن کو اپنی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کے بڑے بڑے دعوے تھے اپنی مجموعی طاقت سے بھی قرآن جیسی فصیح ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت بنا نہ سکے۔ پس اگر محمد کو قرآن سکھانیوالا شخص عربی ہے (درانحالیکہ وہ کوئی مشہور فصیح نہیں ہے) تو دوسرے فصحائے عرب جو فصاحت و قدرتِ کلام میں اپنی نظیر اپنے ہی کو سمجھتے تھے قرآن کے مثل بنانے پر کیوں نہیں قادر ہو سکے؟ کیونکہ اعلیٰ درجہ کا فصیح ادنیٰ درجہ کے فصیح سے بہتر کلام کہہ سکتا ہے نہ یہ کہ اس کے برابر کہنے پر بھی قادر نہ ہو۔

پھر اگر قرآن عجمی لوگوں کا بنایا ہوتا جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی تو فصحاے عرب بطریق اولیٰ قرآن جیسی عمدہ عبارت لکھتے تھے حالانکہ تمام موجودہ فصحائے عرب کو خود عجز کا اعتراف تھا اور کسی نے ایک آیت بھی جواب میں بنا کر پیش کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہ اس امر کی بیّن دلیلیں ہیں کہ قرآن نہ تو عجمیوں کا بنایا ہوا ہے۔ نہ عرب کے کسی فصیح کا بتلایا ہوا بلکہ وہ سرے سے بشر ہی کا کلام نہیں ہے وھو کلام المالک الملک العلام۔

تیسرا جواب

قرآن مجید نے کفار کے اتنے ہی اعتراض کو نقل کیا ہے کہ محمدؐ کو کوئی شخص سکھاتا ہے۔ اس بات کی صراحت نہیں کی کہ آخر وہ کون شخص تھا جس کی نسبت کفار کو محمد مصطفٰے کے معلم ہونیکا گمان فاسد تھا کیوں کہ اس صراحت کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

مفسرین نے اس شخص کی تعیین میں بہت اختلاف کیا ہے۔

(۱) ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ مکہ میں ایک آہنگر تھا بلعام جس کو آنحضرت کچھ مذہبی باتیں سکھاتے تھے۔ یہ بلعام مذہب کا عیسائی اور عجمی تھا۔ کفار نے اسی کو آپ کا معلم قرار دیدیا۔

(۲) عکرمہ سے روایت ہے کہ بنی مغیرہ کا ایک غلام تھا یعیش جسکو آنحضرت قرآن سکھاتے تھے۔ مشرکین مکہ نے جو آپ کو اس کے مکان پر آتے جاتے دیکھا تو آوازے کسنے لگے کہ یعیش ہی محمد کو قرآن سکھاتا ہے۔

(۳) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ بنو حضرمی میں سے کسی کا ایک نصرانی غلام تھا جبر اور وہ کچھ انجیل پڑھا ہوا تھا اس کی نسبت مشرکین کو یہ شک گذرا۔

(۴) عبد اللہ بن مسلمہ سے روایت کی گئی ہے کہ ہم میں کے دو غلام تھے ابو فکیہہ یسار اور جبر۔ یہ دونوں تلوار بنانے کا پیشہ کرتے تھے اور وہ دونوں توریت و انجیل پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت جب ادھر سے گذرتے تو

ان دونوں کو پڑھتے ہوئے دیکھتے تو ٹھیر کر سننے لگتے پھر جب مشرکین مکہ آپ کو بہت ایذا دیتے تو ان دونوں کے پاس آکر کچھ دیر بات چیت میں دل بہلاتے تھے۔ مشرکین کو تو کچھ نہ کچھ بات شگوفہ چھوڑنے کیلئے درکار ہی رہتی تھی، یہ دیکھکر بکواس کرنے لگے کہ ہو نہ ہو محمد (صلعم) ان دونوں سے توریت و انجیل پڑھتے ہیں۔

(۵) فرار سے روایت ہے کہ خویطب بن عبد العزی کا ایک نصرانی اور عجمی غلام عایش تھا۔ اس کو مشرکین محمد مصطفےٰ کا معلم قرار دیتے تھے۔

(۶) بعض مفسرین نے عداس غلام عتبہ بن ربیعہ کے کو لکھا ہے۔

(۷) بعض عمار بن یاسر کو کہتے ہیں۔

(۸) بعض کہتے ہیں کہ قیس[۵] ایک نصرانی تھا جو آپ کو انجیل پڑھایا کرتا تھا۔

(۹) بعض سلمان فارسی کو لکھتے ہیں۔

(۱۰) بعض نے حاطب[۵] بن ابی بلتعہ کو لکھا ہے۔

مسٹر ویری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک نہیں بلکہ سب کے سب آنحضرت کو سکھاتے اور آپ کی خفیہ پارٹی کے جانباز ممبر تھے۔ نمبر ۲ سے نمبر ۶ تک جن پانچ نفوس کا مذکور ہے یعیش۔ جبر یسار۔ عایش اور عداس وہ سب غلام تھے۔ وہ کوئی مشہور لوگوں میں نہیں تھے نہ مسٹر ویری اور سر ولیم میور وغیرہ نے کہیں اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ وہ توریت و انجیل کے بڑے واقف تھے بلکہ اگر وہ لوگ کچھ مذہب مسیحی سے واقف بھی تھے تو غلامی نے ان کو کسی کام کا نہ رکھا ہوگا۔

ملہ ترجمہ قرآن از مسٹر ویری ۱۲　ملہ انگریزی ترجمہ قرآن از مسٹر ویری ۱۲

سر ولیم میور وغیرہ کی عقلوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جن لوگوں کو وہ غلام تسلیم کرتے ہیں اُنہیں محمد مصطفیٰؐ کا معلم کیسے قرار دیتے ہیں؟ کیونکہ غلام کسی کی غلامی میں رہ کر درس و تدریس کا موقع نہیں پا سکتا اور سب سے پہلے تو یہی محتاج ثبوت ہے کہ یہ پانچوں غلام پڑھنا لکھنا کچھ جانتے بھی تھے یا نہیں؟

بلعام کی نسبت تاریخوں میں کوئی مواد نہیں ہے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ وہ کون تھا اور کس مرتبہ کا شخص تھا۔ تفسیروں میں واہی تباہی روایتیں اس کو آہنگر بتاتی ہیں۔ تو ایسا گمنام شخص جو آہنگری کا پیشہ کرتا ہو اور جس کو مورخین نے اپنی تاریخوں میں لکھنے کے قابل تک نہ جانا ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کتنا پڑھا لکھا ہوگا۔ اور اس نے پیغمبر اسلام کو کیا سکھایا ہوگا۔ ایسی بے سر و پا لغو لاطائل روایات سے سند لینا مسٹر میور اور مسٹر ویری ہی جیسے متعصب لوگوں کا کام ہے۔

قیس نصرانی نمبر ۸۔ کے متعلق مسٹر ویری نے کوئی کیفیت نہیں لکھی کہ وہ کون تھا کس کا بیٹا تھا۔ کس قبیلہ کا تھا۔ کہاں کا رہنے والا تھا۔ اور جب کسی قسم کی کوئی کیفیت ہی نہیں بتائی گئی تو ایسی اوٹ پٹانگ بات کا ہم کیا جواب دے سکتے ہیں۔ سلمان فارسی کا نام لینا فضول ہے کیونکہ آیت زیر بحث مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اور سلمان فارسی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمان ہوئے جب قرآن مجید کا بیشتر حصہ نازل ہو چکا تھا۔

چوتھا جواب

عمار بن یاسر۔ صہیب بن سنان۔ خباب۔ بلال حبشی۔ حاطب بلتعہ۔ عمار کی ماں

اور ان کے باپ یہ سب ان لوگوں میں ہیں[1] جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے
اور اس پاداش میں کفار مکہ نے ان لوگوں پر[2] طرح طرح کے ظلم و ستم کئے
ان لوگوں نے تمام مظالم کو ٹھنڈے دل سے برداشت کیا مگر اسلام کو نہیں
چھوڑا۔ ان پر ادنیٰ ظلم یہ تھا کہ بلال حبشی کو مکہ کی گرم۔ ریتلی اور تپتی ہوئی زمین
پر سلا کر اوپر سے جسم کو گرم پتھروں[3] سے داغتے اور مارتے تھے عمار بن یاسر
کی ماں سمیہ کو ناشدنی ابوجہل نے نہایت[4] شرمناک اور دردناک عذاب دیکر
قتل کر ڈالا اور عمار بن یاسر نے اُف تک نہ کیا۔

سوچو اور انصاف کرو کہ اسلام کی بنا اگر انہیں لوگوں کی مدد اور تعلیم
پر ہوتی تو وہ لوگ مسلمان ہی کیوں ہوتے اور ہوتے بھی تو کون سی دانشمندی
تھی کہ ایک جھوٹے مذہب کی خاطر بلا فائدہ اتنے مصائب کا سامنا کرتے
پس ان لوگوں کا مسلمان ہونا مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی سے قائم
رہنا اور باوجود حد سے گذری ہوئی زیادتیوں کے اسلام کو نہ چھوڑنا یہی سب
کافی ثبوت ہیں کہ آنحضرت سچے نبی ہیں۔ اور قرآن خدا کا برگزیدہ کلام ہے
اور یہ سب لوگ آپ کو سچا نبی اللہ سمجھکر مسلمان ہوئے

گیارھواں وہم

پادری ٹسڈل صاحب۔ اپنی بیش قیمت تصنیف ینابیع الاسلام میں تین شخصوں کا نام

---

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابہ [2] تہذیب الاسماء لکنوی۔ [3] تہذیب الاسماء
[4] الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔

لیتے ہیں کہ وہ یا تو خود یہودی تھے یا یہودی مذہب رکھتے تھے اور آنحضرت نے مسائل توریت انہیں سے سیکھے یعنی عبداللہ بن سلام۔ حبیب بن مالک اور ورقہ بن نوفل۔

جواب

عبداللہ بن سلام اور حبیب بن مالک دو شخص تو آفاقی تھے البتہ تیسرا شخص ورقہ بن نوفل مکہ کا باشندہ تھا مگر ٹسڈل صاحب کی بدقسمتی سے نہ تو وہ خود یہودی تھا نہ یہودی مذہب رکھتا تھا۔ اسکی نسبت اتنا ضرور لکھا ہے کہ کہ اس نے بت پرستی چھوڑ کر مسیحی مذہب اختیار کر لیا تھا مگر وہ بھی قبل اسکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبی ہونیکا اظہار فرمایا عالم دنیا سے چل چکا تھا ہاں جب اس نے اپنی زندگی میں سنا کہ غار حرا میں آنحضرت پر فرشتہ خدا ظاہر ہوا ہے تو وہ اس بات پر ایمان ضرور لایا کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی ہو کر ظہور فرمانے والے ہیں لیکن اس کے بعد ہی جلدی فوت ہو گیا تو ورقہ اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو سب سے پہلے آنحضرت کی نبوت پر ایمان لائے مگر اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے اس سے یہودی تاریخ اور یہودی مذہب کا مفصل علم حاصل کیا جیسا کہ مسیحیوں کا زعم فاسد ہے ہمارے پاس اس امر کی ذرا بھی شہادت نہیں کہ کبھی آنحضرت ورقہ کے پاس یہودی علوم سیکھنے اور یہودی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے کیلیے تشریف لے گئے ہوں۔

اس کے علاوہ خود سر ولیم میور لائف آف محمد میں لکھتا ہے کہ

> آپ کی بعثت سے قریباً پانچ سال بعد آپ کو یہودی لوگوں یا یہودی علوم کے عالموں سے تعلقات قائم کرنیکا موقع حاصل ہوا ہوگا

حالانکہ ورقہ آپ کی بعثت سے بہت پہلے ہی فوت ہو چکا تھا پھر اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ ورقہ، یہودی تاریخ، یہودی عقائد اور یہودی علوم سے ایسی ہی وسیع واقفیت رکھتا تھا۔ جیسی قران مجید کے مضامین سے پائی جاتی ہے۔

عبد اللہ بن سلام کے متعلق ہم آٹھویں واہمہ کے تحت میں بحث کر آئے ہیں۔

بارہواں واہمہ

پادری ٹسڈل صاحب نے اپنی فارسی کتاب ینابیع الاسلام میں اس امر کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اسلام نہ کوئی آسمانی مذہب حقانی ہے نہ قرآن کلام اللہ ہے بلکہ پیغمبر اسلام نے خود تمام مذاہب موجودہ یعنی مذہب مسیحی یہودی۔ زردشتی۔ سنسکرت۔ اور ویدک وغیرہ سے واقفیت حاصل کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی پس ملت اسلام انہیں مذاہب موجودہ سے انتخاب کر کے بنایا گیا کہ کوئی مسئلہ کسی مذہب سے لیا کوئی مسئلہ کسی مذہب سے وعلی ہذا

پہلا جواب

ہم شروع مقدمہ میں خود علمائے نصاریٰ کی زبانوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک توریت وانجیل کا ترجمہ عربی میں

میں نہیں ہوا تھا اور آنحضرت سوائے اپنی مادری زبان (عربی) کے بول لینے
کے نہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے نہ کسی دوسری زبان سے واقف تھے اور
جب آپ انجیل کی زبان ہی سے ناواقف تھے تو اس کے مسائل کا انتخاب
کیسے کرسکتے تھے؟ اور اس کے قصوں کو اپنی زبان میں کیونکر ترجمہ
کرسکتے تھے۔

پس جب تک پادری صاحب یہ نہ ثابت کرلیں کہ آنحضرت عبرانی زبان
سے واقف تھے یا انجیل عربی زبان میں مترجم موجود تھی،، ان کا دعویٰ
محض واہمہ سے زیادہ وزنی نہیں ہوگا۔ پھر اس ثبوت کے بعد ہی ان کو یہ
ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ آنحضرت نے انجیل پڑھی اور فلاں مسیحی عالم نے ان کو
سکھایا کیونکہ محض اتنا کہدینے سے کہ آپ انجیل کی زبان جانتے تھے
آپ کے انجیل سے واقف ہونیکا ثبوت نہیں ہوجائیگا۔

دوسرا جواب

تاریخی اوراق ہم کو نشان نہیں دیتے کہ مکہ معظمہ میں جب کہ محمد مصطفٰے
نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اس کے پہلے یا مابعد کوئی نصرانی عالم یا انجیل
مقدس کا واقف کار موجود تھا۔ سر ولیم میور اور ڈاکٹر اسپرنگر کا اس نشان دینے
سے عاجز ہونا ہمارے دعوے کی کافی دلیل ہے۔ اور جب اس عہد میں
کسی مسیحی عالم کا وجود ہی نہیں ملتا تو یہ کہنا کہ،، آنحضرت نے مسیحیوں سے
مسائل انجیل کو سیکھ سیکھ کر قرآن میں داخل کرلیا،، بالکل خلاف عقل ہے
جس کو سمجھدار باور نہیں کرسکتا۔

تیسرا جواب

انجیل احکام سے خالی ہے اور اس لئے اس نے اپنے پیرووں کو توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ، توریت وانجیل دونوں پر ایک شان سے اعتقاد رکھتے ہیں اور دونوں ان کے معمول بہ ہیں۔ پس اگر تسلیم کرلیا جائے کہ آنحضرت کے عہد مبارک میں انجیل کے واقف کار علمائے مسیحی موجود تھے اور یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ انھوں نے آپ کو سکھایا تو ہم پوچھتے ہیں کہ علمائے مسیحی نے آپکو کیا سکھایا۔ کیونکہ احکام انجیل میں ہیں نہیں اور جسقدر احکام تھے بھی ان کو قرآن نے منسوخ وباطل کر دیا۔ مثلاً انجیل مقدس اپنے معتقدین کو سکھاتی ہے کہ کوئی تمہارے ایک گال پر طانچہ مارے تو تم دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو کہ لو اس پر بھی مارو۔

اندریں کہ انجیل کیطرح نصیحت ظاہر میں تو بہت خوشنما و نرم معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ خوشنمائی سے کوسوں دور اور بالکل قانون قدرت کے خلاف ہے نہ اس حکم پر آجتک کسی نے عمل کیا نہ کبھی کر سکتا، خود علمائے نصاریٰ بھی کسی ایک ایسے پادری کا نشان نہیں دے سکتے جس نے ایک بار بھی اس حکم پر عمل کیا ہو۔ تو ایسے نہ چل سکنے والے حکم کا کیا فائدہ جو صرف کتاب میں لکھے رہنے کے لائق ہو۔

اب اس حکم انجیل کے مقابل میں قرآن مجید کا حکیمانہ حکم دیکھو کہ وہ فرماتا ہے

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا | برائی کا بدلہ برائی ہے مثل اس کے

فَمَنْ عَفَیٰ وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔ پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

پس کسی نے تمہارے ساتھ برائی کی تو اس کا معاف کر دینا اللہ کے نزدیک بہت اچھا اور موجب ثواب ہے لیکن اگر تم معاف نہ کرو تو تم بھی بدلہ میں ویسی ہی برائی کر سکتے ہو جیسا اس نے تمہارے ساتھ کی ہے قرآن کے مطالب عالیہ کو انجیل کے نصوص اور بعض نہ چل سکنے والے احکام سے مقابلہ کرو تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن انجیل سے لیا نہیں گیا ہے بلکہ اس نے انجیل کے خلاف قدرت احکام کو باطل و منسوخ کر دیا ہے پس ایسی صورت میں یہ کہنا کہ آنحضرت نے پادریوں سے احکام انجیل کو سیکھ سیکھ کر قرآن بنا لیا جہالت اور محض تعصب ہے۔

چوتھا جواب

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کرلیں کہ آنحضرت کے وقت میں خاص مکہ معظمہ کے اندر مسیحی عالم اور انجیل مقدس کے اچھے جاننے والے موجود تھے اور آنحضرت نے اُن سے انجیل کے معلومات حاصل کئے تو آپ کو انجیل کے وہی مسائل معلوم ہوئے ہوں گے جن کو قرآن میں منسوخ کر دیا گیا۔ پھر ان معلومات کے حاصل کرنے سے آپ کی نبوت کی قدح کیونکر ہوئی؟ اور اس سے قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کونسا شبہہ واقع ہوگیا؟

پانچواں جواب

جن لوگوں نے انجیل کو پڑہا ہے وہ پادری ٹسڈال کے دھوکے میں نہیں آسکتے کیونکہ یہ کتاب سوائے قصوں ، حواریوں کے حالات اور مسیح علیہ السلام کی کچھ سیرت کے اپنے میں کوئی مفید شان نہیں رکھتی اور وہ کسی طرح قرآن جیسی بالاترین کتاب اللہ کا سرچشمہ قرار نہیں دیجا سکتی ۔

چھٹواں جواب

پادری ٹسڈال صاحب نے ذیل کے مضامین کی نسبت بہت زور دیا ہے کہ وہ توریت شریف سے لئے گئے ہیں اور یہ کہ پیغمبر اسلام نے عرب کے یہود سے سیکھکر اُن کو قرآن مجید میں وحی الٰہی بتاکر داخل کرلیا۔

(۱) واقعہ ہابیل وقابیل		(سورۂ مائدہ)
(۲) حالات ابراہیمؑ۔		(سورہ حجر وغیرہ)
(۳) سلیمان وبلقیس		(نمل)
(۴) ہاروت وماروت۔		(سورۃ البقر)
(۵) سورۃ الاعراف۔	آیت	(۱۷۲)
(۶) عبادت عجل۔		(طٰہٰ)
(۷) بہشت کے دروازے۔		(سورۃ الحجر)
(۸) سات آسمان۔		(سورۂ بنی اسرائیل)

(۹) ملک الموت۔	(سورۃ الزخرف)
(۱۰) اعراف۔	(سورۃ الاعراف)
(۱۱) رجم شیطان۔	(سورۃ الحجر۔ صافات۔ الملک)
(۱۲) عرش پانی پر۔	(سورۃ ہود)
(۱۳) قصہ یوسف۔	(سورۃ یوسف)
(۱۴) داؤد۔	(سورۃ انبیاء۔ نمل۔ سبا۔ صٓ۔)
(۱۵) طالوت۔	(سورۃ البقر)
(۱۶) طاغوت وجنات عدن وفرقان	(سورۃ فرقان)
(۱۷) امتلاء جہنم۔	(سورۃ قٓ)
(۱۸) فار التنور۔	(سورۃ ہود۔ المومنون)
(۱۹) خیط ابیض	(سورۃ البقر)
(۲۰) کتبنا علی بنی اسرائیل۔	(سورۃ مائدہ)
(۲۱) لوح محفوظ	(سورۃ البروج)
(۲۲) خلق آسمان وزمین۔	(سورۃ الحجر)
(۲۳) حالات نوح۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۴) اسمٰعیل۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۵) یعقوب واولاد۔	(سورۃ الانبیاء صٓ)
(۲۶) موسیٰ۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۷) ہارون۔	(" " ")
(۲۸) اسحاق۔	(سورۃ الانبیاء۔ طٰہٰ وغیرہ)
(۲۹) ایوب۔	(" " صٓ)

(۳۰) یونس۔ (سورۃ الانبیاء، وغیرہ)

(۳۱) لوط۔ (سورۃ الانبیاء)

(۳۲) آدم۔ (سورۃ الاعراف والحجر وغیرہ)

مندرجہ بالا فہرست مضامین سے صرف نمبر (۱۔ ۴۔ ۱۵۔ ۱۹۔ ۲۰۔ پانچ مضمون کی آیتیں ہیں۔ جو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئیں باقی ستائیس ۲۷ آیات و مضامین سب کے سب مکی ہیں۔

عدن اور فرقان کے الفاظ مکی سورتوں میں موجود ہیں مثلاً عدن کا لفظ سورۂ رعد۔ سورۂ کہف اور سورۂ فاطر میں وارد ہے اور یہ تینوں سورتیں مکی ہیں۔ فرقان کا لفظ سورۂ انبیاء اور سورۂ فرقان میں موجود ہے۔ اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔

تمام انبیاء کے حالات تفصیل کے ساتھ مکی سورتوں میں وارد ہیں۔ حضرت داؤد کا ذکر سورۂ انبیاء، شعراء۔ سبا۔ صٓ۔ میں ہے اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت موسیٰ و ہارون کے واقعات سورۂ انعام۔ اعراف۔ یونس ہود۔ ابراہیم۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء۔ فرقان۔ شعراء۔ نمل قصص۔ عنکبوت۔ سجدہ۔ صافات۔ مومن۔ حٰم السجدہ۔ زخرف۔ دخان۔ احقاف ذاریات۔ قمر۔ مزمل۔ عبس وغیرہ میں نہایت صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت نوح کا ذکر سورۂ اعراف۔ یونس ہود۔ انبیاء۔ مومنون۔ فرقان شعراء۔ عنکبوت۔ صافات۔ نوح وغیرہ میں وارد ہے اور یہ سب مکی سورتیں ہیں حضرت یعقوب اور حضرت یوسف ان کے بھائیوں کے واقعات

بتمامہا سورۂ یوسف میں ہیں اور یہ سورۃ بھی مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔

حضرت ایوب کا قصہ سورۂ انبیاء اور صٓ میں ہے اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ حضرت یونس کے حالات سورۂ یونس۔ انبیاء۔ صافات اور نٓ میں ہیں۔ اور یہ سب مکی سورتیں ہیں۔

حضرت لوط کا تذکرہ سورۂ اعراف۔ ہود۔ حجر۔ انبیاء۔ فرقان۔ شعراء۔ نمل۔ عنکبوت۔ صافات وغیرہ میں ہے۔ اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت آدم کے حالات سورۂ اعراف۔ حجر۔ بنی اسرائیل۔ مریم۔ طٰہٰ۔ صٓ۔ میں وارد ہیں۔ اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت ابراہیم۔ اسحاق اور اسماعیل کے واقعات سورۂ انعام۔ ہود۔ ابراہیم۔ حجر۔ نمل۔ مریم۔ انبیاء۔ شعراء۔ عنکبوت۔ صافات۔ صٓ۔ زخرف۔ ذاریات۔ اعلیٰ۔ میں مصرح ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت الیاس کا ذکر سورۂ صافات مکی سورہ میں موجود ہے۔

زمین و آسمان کی پیدائش کا بیان سورۂ نمل۔ قٓ۔ رعد۔ فاطر۔ حٰم سجدہ میں تصریح کے ساتھ ہے اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

علامہ راڈویل نے بھی ان تمام سورتوں کا مکی ہونا اپنے ترجمہ قرآن مجید میں کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

اس تفصیل سے ناظرین پر ظاہر ہوگا کہ قرآن مجید کے جو مضامین یہودی سرچشموں کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں ان میں کے اکثر یا قریباً سب کے سب مکی سورتوں میں پائے جاتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں اسوقت ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں تھا جو یہودی الاصل یا یہودی المذہب یا توریت کا واقف کار ہو۔ نہ تو تاریخوں میں اس امر کا کوئی

ضعیف سے ضعیف ثبوت ہے نہ سر ولیم میور اور پادری ٹسڈل ہی نے اس کے ثبوت کا بیڑا اٹھایا بلکہ یہ سب عنایت فرمایان اسلام نہایت چالاکی سے اس رستہ ہی کو کترا گئے پس جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اگر وہ مضامین سے بالکل خالی ہوتیں اور یہ مضامین صرف مدنی سورتوں میں ہوتے تو البتہ پادری صاحبوں کو ایک حد تک یہ کہنے کی گنجائش تھی چونکہ مکہ میں کوئی یہودی آباد نہیں تھا اس لئے مکی سورتوں میں ان مضامین کا نام ونشان نہیں ملتا اور مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں یہود اور توریت کے جاننے والے یہودی علماء کثرت سے آباد تھے اس لئے پیغمبر اسلام نے یہ مضامین ان سے سیکھ سیکھ کر قرآن میں درج کر لئے۔ لیکن افسوس کہ پادریوں کی نحوسی قسمت سے یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔

نہ تو مکہ ہی میں کوئی یہودی آباد تھا نہ مکہ کے آس پاس دور دور تک کسی یہودی کا پتہ ملتا تھا اور ایسے شہر میں قرآن کی ان سورتوں کا نازل ہونا جن کو یہودی سرچشموں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے پادریوں کے دعوے کو باطل لغو اور بے بنیاد ثابت کرتا ہے۔

ساتواں جواب

ان امور سے قطع نظر کیجائے تو بھی پادریوں کی تائید میں کسی قسم کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ مدینہ کے یہودی مکہ معظمہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔

آٹھواں جواب

اگر اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گذر جانا ممکن ہے اور پادری ٹسڈل یا ان کے ہمنوا موافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود سے سیکھنا اور یہودی علوم کا تعلیم پانا ثابت کر سکتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ جن یہود سے آنحضرت نے تعلیم حاصل کی وہ آپ کے دوست تھے یا دشمن تھے۔ اگر دشمن تھے تو آپ کو علوم یہودیہ کی تعلیم کیوں کر دی اور اگر یہہ کہا جائے کہ پہلے دوست تھے۔ دوستی کی حالت میں علوم سکھائے اور جب سیکھکر آپ نے نبوت کا دعوی کر دیا تو اسوقت دشمن ہو گئے تو یہہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ اس حالت میں ضرور تھا کہ وہ یہود تمام لوگوں میں راز تعلیم کو فاش کر دیتے اور اس بات کا اعلان کرتے پھرتے کہ یہ سب کچھ ہم ہی نے محمد کو سکھایا اور ہم ہی لوگوں سے سیکھ پڑھ کر وہ اتنا بڑا دعوی کر رہا ہے پھر اس راز کے فاش ہونے پر آنحضرت کو جو رسوائی اٹھانی پڑتی وہ ظاہر ہے اور اسکی روایتیں مسلمانوں میں نہ سہی تو مخالفین میں بشمار موجود ہوتیں۔ لیکن تعجب ہے کہ مخالفین اسلام اس قسم کی کوئی واہی سے واہی روایت بھی پیش نہیں کر سکتے اور یہ امر ان کے دعوی کے باطل ہونے کی زبردست سند ہے اور اگر وہ یہودی جن سے آنحضرت نے سیکھا آپ کے دوست تھے اور دوستی میں آپ کو سب کچھ سکھا پڑھا دیا تو یہ سب سے زیادہ عجائب غرائب بات ہے کوئی سمجھدار باور کر سکتا ہے کہ محمد مصطفےٰ نے یہودیوں سے تعلیم حاصل کی پھر انہیں کے سامنے

یہ دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور باوجود امی ہونیکے میں قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب لایا ہوں جو ایک زندہ معجزہ اور میری نبوت کی دلیل ہے اور محمد مصطفٰے کا یہ عجیب دعویٰ سنکر تمام یہود دم مارے بیٹھے رہے اور کسی نے آپ کی تردید و تکذیب کے لئے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔

نواں جواب

ذیل کے مضامین کو پادری ٹسڈل صاحب لکھتے ہیں کہ وہ زردشتی سرچشموں سے لئے گئے ہیں اور ان کی اس پھسپھسی دلیل پر سرولیم میور صاحب ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے داد قابلیت دیتے ہیں۔

(۱) آنحضرت کی معراج۔

(۲) جنت۔ حور۔ غلمان کے حالات

(۳) ملک الموت۔

(۴) عزازیل کا جہنم میں سے نکلنا۔

(۵) نور محمدی۔

(۶) پل صراط۔

(۷) ہر ایک نبی کا آنیوالے نبی کی آمد کی خبر دینا۔

(۸) آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(۹) جن

(۱۰) ذرات کائنات۔

میں ایسی فضول باتوں کے جواب میں اپنا اور ناظرین کا زیادہ وقت

ضائع نہیں کروں گا صرف چند باتیں اس غرض سے لکھونگا تا دروغ گو اپنی منزل تک پہونچا دیا جائے۔

ان مندرجہ بالا مضامین میں سے ۶-۷-۱۰-۵-۴ کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں بلکہ پادری صاحب کی یہ نہایت شرمناک کارروائی ہے نمبر ۶۔ یعنی پل صراط کا ذکر قرآن میں نہیں ہے البتہ بعض صحیح حدیثوں میں پل صراط کا بیان کیا گیا ہے تو اس سے قرآن کا زردشتی سرچشمہ سے ماخوذ ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ باقی پانچ مضامین سب کے سب قرآنی ہیں۔

نمبر ا۔ یعنی معراج کا بیان سورۂ بنی اسرائیل میں ہے۔

نمبر ۲۔ یعنی جنت وحور وغیرہ کا ذکر اور سورتوں کے علاوہ۔ سورۃ الواقعۃ سورۃ الرحمٰن۔ سورۂ یٰسین اور سورۃ الصافات میں تفصیل کے ساتھ ہے مضمون نمبر ۳۔ یعنی ملک الموت کا ذکر سورۃ الانعام۔ الاعراف النحل اور السجدہ میں ہے۔

نمبر ۸۔ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیت ہے جو سورۃ التوبہ کے سوا قرآن کی تمام مکی و مدنی سورتوں کے ابتداء میں ہے۔

نمبر ۹۔ یعنی جن وجنات کا ذکر قرآن کی بہت سی سورتوں میں ہے جن میں کی اکثر مکی ہیں مثلاً سورۃ الانعام۔ حٰم السجدہ۔ الحجر وغیرہ اب دیکھو یہ سب سورتیں جن میں پادری صاحب کے بتائے ہوئے مضامین موجود ہیں، مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مکہ معظمہ میں نہ کوئی زردشتی مذہب کا عالم تھا نہ کسی آتش پرست کا وجود تھا پادری صاحب اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر خود ہی انصاف سے فرمائیں کہ پھر یہ مضامین زردشتی مذہب سے

کیونکر ماخوذ کرلئے گئے اور کس نے آپ کو سکھایا۔ رہی یہ بات کہ پیغمبر اسلام خود فارسی زبان جانتے تھے اور آپ نے وساتیر اور ژند و پاژند سے آپ ہی ان مضامین کو منتخب کر کے قرآن میں داخل فرمایا ایک ایسا دعویٰ ہے جسکو دنیا بھر کے اگلے پچھلے مخالفان اسلام اپنی متفقہ کوشش سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

دسواں جواب

آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو زردشتی کتاب سے ماخوذ کہنا اور "بنام ایزد بخشندہ مہربان،، کا ترجمہ بتلانا نہایت درجہ کی ابلہ فریبی ہے۔ اگر پادری صاحب ذرا بھی انصاف و حق جوئی سے کام لیتے تو ان کو قرآن ہی سے اس کا جواب مل جاتا کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ النمل میں صاف ارشاد ہوا ہے۔

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ۔

(جب ہدہد نے سلیمان کا فرمان ملکہ بلقیس کو پہونچادیا تو وہ اسے دیکھکر) بولی کہ اے اہل دربار! (یہ) ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے (کہ) یہ سلیمان کی طرف سے اور یہ (یعنی اس کی عبارت اس طرح پر ہے کہ سب سے پہلے اس میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے (اور بسم اللہ کے بعد) یہ کہ ہم سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بنکر ہمارے پاس حاضر ہوجاؤ۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو مراسلت

سلطانہ بلقیس ملکۂ سبا کے نام لکھی تھی۔ اس کا عنوان خط یا سرنامہ بسم اللہ الرحمن الرحیم تھا اس سے ثابت ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کوئی نیا مضمون نہیں ہے جسکو زردشتی کتاب سے ہی کوئی معنوی خصوصیت ہو بلکہ معنی کے لحاظ سے دنیا کی ہر مذہب و مشرب میں یہ مضمون دائر و سائر رہا ہے اور ہر مذہب نے اپنی کتاب کو اپنے پروردگار اور خالق برحق کے نام سے شروع کیا ہے لیکن جو کچھ فرق ہے الفاظ کا ہے معنی میں سب متحد ہیں۔

تو یہ نہ کہو کہ محمد مصطفٰے نے زردشتی کتاب یا صحف انبیاء سے اس مضمون کو اخذ کر لیا بلکہ یوں کہو کہ جس ذات واحد نے اُن صحف قدیمہ کو اُن انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا اُسی واحد مطلق نے قرآن مجید کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اس صورت میں مضامین کا متحد ہونا سب کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے نہ یہ کہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ کیا جائے درآنحالیکہ قرآن مجید بار بار اس امر کا اعلان بھی کرتا ہے کہ میں اپنے پہلے کے تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہوں اور ان پر ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہوں۔

گیارہواں جواب

یہ دعویٰ کرنا پیغمبر اسلام نے توریت و انجیل کے سوا، زردشتی کتاب ژند و ساتیر اور وید اور مذہب بدھ اور جینی وغیرہ تمام مذاہب سے واقف ہو کر، تمام کتابوں کو دیکھکر قرآن مدون کیا جو گویا دوسری کتابوں کے مسائل کا معجون مرکب ہے مجنون ہی آدمی کا کام ہے کیونکہ دعویٰ کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا

ضرور ہے کہ آنحضرت ان سب زبانوں سے واقف تھے ؟ اور اگر واقف ہوئے
تو کس سے سیکھا تاریخوں اور نوشتوں میں تو ادنیٰ شہادت بھی نہیں ملتی کہ عرب
میں زردشتی و حبشی وغیرہ مذاہب کا وجود تھا یا ان مذاہب کے جاننے والے
عرب بھر میں کہیں ایک دو بھی پائے جاتے تھے پس جب تک یہ امور پایہ
ثبوت کو نہ پھنچ لیں پادری ٹسڈل کا دعویٰ محض گوزشتر ہے۔

بارہواں جواب

یہ بات مثل بدیہیات کے روشن ہے کہ بودہ گوتما اور وید یہ دونوں مذہب
چین وہند کی سرحد سے آگے نہیں بڑھے۔ خود اس زمانہ میں جب کہ دنیا
اس قدر ترقی کر چکی ہے اور ہر مذہب دنیا کے گوشہ گوشہ میں عام ہو رہا ہے
نہ بودہ مذہب نے چین سے آگے قدم بڑھایا نہ وید برہمنوں کی سبھا سے
باہر نکلی۔ خاص عرب کی سرزمین تک تو ان مردہ مذاہب اور اُن کی زبان اور
اُن کے علوم کا سایہ تک بھی نہیں پھونچا۔
جب ایسے روشن زمانہ میں کہ مذہب کے پھیلنے کے ذرائع کثرت
سے ہو گئے ہیں اور دنیا کا گوشہ گوشہ علم کی صداؤں سے گونج اٹھا ہے
ان مذاہب کا یہ حال ہے کہ نہ وہ اپنے ملک سے آگے بڑھے ہے نہ ان
کی زبان عام ہے نہ مذہبی کتابوں کی تعلیم و درس وتدریس جاری ہے تو کیونکر
قیاس میں آسکتا ہے کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جب کہ اشاعت کی ذریعے
بالکل مسدود تھے یہ مذاہب ہر طرف پھیلکر عرب تک جا پھونچے ہوں گے
اور ان مذہبوں کے علما اور جاننے والے خاص مکہ معظمہ میں موجود تھے

ہوں گے اور پھر ان لوگوں نے ایسا چھپکے چھپکے پیغمبر اسلام کو سکھایا پڑھایا کہ غیر تو غیر آپ کے گھر والوں، بی بیوں اور بیٹیوں تک کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی افسوس ہے کہ پادریوں کو افراط تعصب میں اتنا خیال بھی نہیں رہتا کہ ہمارا کذب وافترا، حباب دریا کا اتنا بھی قایم رہ سکتا ہے یا نہیں؟

تیرہواں واہمہ

پادری راڈویل قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ آنحضرت نے عرب کے یہود اور اپنے مسیحی مخبروں سے خفیہ طور پر تعلیم حاصل کی۔

اس واہمہ کا گذشتہ صفحات پر واقعی طور پر قلع قمع ہو چکا ہے۔

پادری ٹسڈل ینابیع الاسلام میں لکھتا ہے کہ،، آنحضرت کو یہود پر بڑا اعتبار تھا۔ جو کچھ آپ ان لوگوں سے سنتے تھے اس کو وحی الٰہی یقین کرتے تھے اما حیف است کہ ایشاں وے را فریفتہ اند (ینابیع الاسلام صفحہ ۹۸) لیکن افسوس ہے کہ پادری صاحب اپنے اتنے بڑے دعوے پر سوائے وہم بازیوں کے کمزور سے کمزور شہادت بھی پیش نہ کر سکے۔ دلیل تو بڑی بات ہے۔

اولاً:۔ تو قرآن کا بیشتر حصہ مکہ میں نازل ہوا جہاں یہود کا وجود نہیں تھا۔

دوسرے:۔ یہ کہ اگر آنحضرت کو یہود پر ایسا ہی بھروسا تھا اور ایسی ہی گہری دوستی اور سازش تھی کہ خفیہ تعلیم حاصل کر لی اور کسی کو پتہ تک نہ چلا تو قرآن میں یہود کی ہجو کیوں کیگئی۔ ان پر لعنت کیوں کیگئی۔ توریت کے بہت سے مسائل کو منسوخ و باطل کیوں کیا گیا۔ کیا بھروسے اور اعتماد والے دوستوں

کے ساتھ سمجھدار ایسا ہی سلوک کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں؟ اور کیا ایسی بیوفائی کر چکنے کے بعد بھی سازش مخفی رہ سکتی تھی۔

سر ولیم میور لائف آف محمد میں رقمطرازی کرتا ہے کہ:۔

"لیکن اس غرض کے لئے کافی روایتیں ملک شام کے جنوبی حدود میں ابھی (یعنی عہد رسالت میں ۱۲) باقی تھیں اور اس جگہ سے بلاریب کسی یہودی واسطہ سے یہ روایتیں محمد تک پہونچیں"

یہ دلیل اپنی کمزوری سے خود اپنا جواب ہے۔ سبحان اللہ! ذرا ناظرین سر ولیم میور جیسے فاضل نصرانی کی اس زبردست دلیل کو ملاحظہ فرمائیں کہ"

کسی یہودی واسطہ سے یہ روایتیں محمد تک پہنچیں

ایسے ہی زبردست دلائل وشہادات کی بنا پر پادری لوگ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ ملک شام سے آپ کے پاس یہودی آتے اور آپ کو مسیحی ویہودی روایتیں سنایا کرتے تھے اور ان سنی سنائی اوٹ پٹانگ روایتوں پر قرآن جیسی کتاب کی بنیاد ڈالی گئی۔

"کسی یہودی واسطہ" کے الفاظ خود اس امر کا پتہ دیتے ہیں کہ سر ولیم میور کو اپنی لاعلمی اور جہالت کا آپ اعتراف ہے۔ وہ صرف اٹکل کے تکے اڑاتا ہے اور اس کا ہر دعویٰ دھوکے کی ٹٹی ہے۔

چودھواں واہمہ

یہی سر ولیم میور صاحب! پھر اپنی کتاب لائف آف محمد کے صفحہ ۱۰۱ میں

لکھتے ہیں کہ:-

"یہودیوں کی کتابوں اور قصوں کے ایک بڑے
حصہ کا مفصل علم حاصل کرنا۔ اپنے پہلے ذخیرہ
کے ساتھ اُن کو جوڑنا اور مقفیٰ منجی ہوئی سورتوں
میں اُن کو ڈھالنا یہ ایک ایسا کام تھا جس کے
پورا کرنے کے لئے بیشک بہت بڑی
محنت اور بہت لمبے وقت کی ضرورت
تھی۔ محمد ضرور آدھی رات کو بہت سے گھنٹے
نیند سے چھین کر اس کام پر صرف کرتے
رہے ہوں گے"

ناظرین سر ولیم میور کی اس فاضلانہ تحریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور انکی منطقی قابلیت کی داد دیں۔ سبحان اللہ! کیا مضبوط دلیلیں ہیں۔ ثبوت ہو تو ایسا ہو پھر اس کے ساتھ ناظرین کے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب وہ علامہ راڈویل مترجم قرآن کی اس عبارت کو دیکھیں گے کہ:-

"یہ مضمون (محمد کی تعلیم کا) ایسے اخفاء کے پردوں"
"میں محجوب ہے کہ اس فاصلہ سے ہماری آنکھوں"
"کیلئے اُن پردوں کو پھاڑ کر حقیقت تک"
"پہونچنا محال ہے"

بات تو یہی ہے کیونکہ یہ راز خود آنحضرت کے زمانہ میں کسی پر نہ کھلا جو لوگ آپ کے پاس دن رات رہتے تھے ان کو بھی کبھی یہ شبہ کرنے کا موقع نہیں ملا کہ پیغمبر کسی انسان سے پوشیدہ طور پر پڑھتے یا مدد لیتے ہیں بلکہ وہ سب کے سب

ہمیشہ بصیرت کے ساتھ یقین کرتے تھے کہ جو کچھ آپ سُناتے ہیں وہ حرف بحرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن پادری ٹسڈل کو دیکھو کہ اس کی آنکھیں کل دنیا کی آنکھوں سے زیادہ تیز ہیں اور ایسی تیز ہیں کہ جس چیز کو راڈویل صاحب لاینحل راز قرار دیتے ہیں وہ ان کے نزدیک اظہر من الشمس ہے اور تعجب پر تعجب ہے کہ سر ولیم میور بھی باایں ہمہ دعوائے عقل وعلم ٹسڈل صاحب کی ہمنوائی کا دم بھرتے ہیں۔

سر ولیم میور۔ پادری ٹسڈل اور ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ سب کا یہی حال ہے کہ پہلے تو قرآن مجید کے متعلق ایک بے بنیاد دعویٰ کر دیتے ہیں اور ادھر اُدھر کی واہی تباہی گپیں ہانکتے رہتے ہیں پھر جب ثبوت کا وقت آتا ہے اور ثبوت و شہادت کے پیش کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو کانوں پر ہاتھ رکھکر نہایت بھولے پن سے فرمانے لگتے ہیں کہ ایک لاینحل اور ناقابل حل معمہ ہے جس کو ہم اتنی دور سے حل نہیں کر سکتے۔ پھر آگے چلکر راڈویل صاحب اپنے دیباچہ ترجمۂ قرآن میں فرماتے ہیں کہ

> چونکہ محمد نے یہودان عرب اور اپنے مسیحی مخبروں سے تعلیمات حاصل کرنے میں نہایت اخفا سے کام لیا اس لئے وہ اس بات کے قابل ہوئے کہ مکہ کے جاہل بت پرستوں کے آگے بڑی دلیری سے اپنی سیکھی ہوئی باتوں کے وحی الٰہی ہونے کا اعلان کریں۔

راڈویل صاحب کے ان دونوں متضاد بیانات پر یہ ایک لاینحل سوال

پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تعلیم ایسے اخفا رکے پردے میں ہوئی کہ آپ ہی کے قول کے مطابق" استنے فاصلہ سے آپ کی آنکھوں کے لئے ان پردونکو پھاڑ کر حقیقت تک پہنچنا محال ہے" تو یہ علم کسطرح ہو گیا کہ ان حجابوں کے پیچھے کوئی چیز بھی ہے وہ کونسی آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ آپ نے دیکھ لیا خوب! اندھے ہونے کا اقرار اور مشاہدہ کا دعوی؟ سبحان اللہ! آخر وہ کون سی کوٹھڑی - کونسا مکان - اور کون سی وادی تھی جہاں بقول سر ولیم میور کے" آنحضرت آدھی رات کے بعد بیدار ہو کر یہود یا مسیحیوں سے خفیہ پڑھتے اور قرآن مرتب کرتے تھے - یہ کیا بچوں کی سی باتیں ہیں کہ کوئی سمجھدار بچہ بھی ایسی بھونڈی باتیں نکرتا ہوگا - بات تو جب ہے کہ مرد میدان بنکر کوئی مسیحی یا تمام مسیحی دنیا بھی اس امر کا ثبوت دیدے کہ آپ نے فلاں مسیحی یا یہودی سے پڑھا یا مدینہ سے یہود مکہ میں آکر آپ کو پڑھاتے تھے اٹکل پچو باتوں سے بجز اپنی آبروریزی اور تضییع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہے محض مشابہت ثابت کر دینے سے کہ قرآن مجید کے فلاں فلاں مضامین توریت و انجیل وغیرہ کی فلاں فلاں مضامین سے ملتی ہیں کوئی سمجھدار یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ پیغمبر اسلام نے مسیحیوں اور یہود وغیرہ سے تعلیم حاصل کی اور ان کتابوں کے مضامین سے قرآن کو مرتب کیا بلکہ اس دعوے کا ثبوت اسی وقت ہو سکتا ہے جب تاریخی روایات و بینات سے صاف صاف دکھلا دیا جائے کہ آنحضرت نے فلاں اشخاص سے فلاں فلاں زبانیں اور کتابیں پڑھیں اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ پادری لوگوں اور مسیحی متعصب مصنفوں کے ہاتھ ایسے دلائل سے بالکل خالی ہیں -

دو شخصوں کے دو مضامین اگر ایک دوسرے سے مشابہ اور ملتی جلتی ہوں

توکیا اس سے یہ قطعی رائے قایم کرلینی کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کے مضمون کو چرالیا ہے صحیح ہوگی۔ ایسا تو نہیں ہے ورنہ ایک غیر شخص کو یہ کہنے کا جائز حق حاصل ہوگا کہ حضرت عیسیٰ نے توریت اور صحف قدیمہ کے مضامین کو چرا چرا کر انجیل بنالی اور اس کو کلام الٰہی مشتہر کیا بہ نسبت قرآن کے انجیل پر یہ اعتراض زیادہ چسپاں ہوجاسے گا کیونکہ توریت وانجیل دونوں عبرانی زبان میں تھیں۔ حضرت عیسیٰ کا پڑھا لکھا ہونا معلوم ومسلم ہے اور انجیل کے تمام قصص ومواعظ قریباً توریت کے قصص ومواعظ سے مشابہ اور ملتے اور جلتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ مسیحی دنیا اس اعتراض کا کیا جواب دیسکتی ہے اور ہمارے دوست پادری ٹسڈل کو سوائے سکوت کے کیا چارہ کار ہوگا؟ جب کہ خود انجیل بھی کھلے الفاظ میں اپنے کو ناقص مان کر اپنے پیروؤں کو اتباع توریت کا حکم دیتی ہے۔

تحقیقی جواب

سر ولیم میور اور پادری ٹسڈل وغیرہ کے نزدیک دین اسلام کی تکذیب کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو دوسری کتابوں اور دوسرے ادیان کے عقائد سے نکالکر دکھا دیا جائے اور ان مسیحیوں کے پندار میں اتنا ہی ثابت کرنے سے اسلام کا جھوٹا اور پیغمبر اسلام کا غیر امی ہونا مبرہن ہوجائیگا حالانکہ قرآن مجید کا دوسرے مذاہب کی آسمانی کتابوں کے موافق ہونا اور قرآن کے قصص۔ احکام اور عقائد کا دوسرے صحف قدیمہ کے قصوں اور

احکام و عقائد کے مشابہ ہونا یہی باتیں اس امر کو کافی طور پر ثابت کرنیوالی ہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ قرآن کلام اللہ ہے اور محمد مصطفےٰ ﷺ واقعی اللہ کے سچے رسول اور نبی امی تھے۔

ہم اس مضمون کو بہت مختصر اور جامع طور پر بیان کریں گے لیکن ناظرین پہلے ذیل کے مقدمات کو ذہن نشین فرمالیں۔

پہلا مقدمہ

نوع انسان کی ہر قوم و ہر جماعت میں رسول کے بھیجنے کی ضرورت رہا کی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے۔

يَا بَنِيْ آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اے آدم کے بیٹو! جب کبھی تم ہی میں سے (ہمارے) پیغمبر تمہارے پاس پہونچیں (اور ہمارے احکام تم کو پڑھ پڑھ کر سنائیں تو اُنکا کہا مان لینا) کیونکہ جو شخص (ان کے کہنے کے مطابق) پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کریگا تو اُن پر نہ تو (کسی طور کا) خوف طاری ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے۔

دوسرا مقدمہ

ہر قوم و ملک میں ہادی و رسول گذرے ہیں اس کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں مگر میں چار ہی آیتوں پر کفایت کرتا ہوں۔

پہلی آیت سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	(اے محمد) تم فقط ایک ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کیلئے ایک ہدایت دینے والا گذرا ہے

دوسری آیت سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ	اور ہر ایک امت کے لئے ایک رسول ہے

تیسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔	اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہم نے ہر ایک امت میں ایک رسول مبعوث کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی کہ ہم نے ہر قوم میں پیغمبر کو مبعوث کیا۔

چوتھی آیت سورۃ الفاطر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔	تم (اے محمد) نہیں ہو مگر ایک ڈرانیوالے فی الواقع ہم ہی نے تم کو خوشخبری سنانیوالا اور (عذاب سے) ڈرانیوالا بناکر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں کہ اس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو۔

تیسرا مقدمہ

محمد مصطفٰے کوئی انوکھے پیغمبر نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے بہت سارے انبیاء گذرچکے ہیں اور انہیں میں سے ایک ویسے ہی پیغمبر وہ بھی ہیں۔

قرآن مجید میں اس مضمون کی بھی بہت سی آیتیں وارد ہیں۔ میں یہاں

صرف دو آیتیں نقل کرتا ہوں۔

پہلی آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔	محمد اس سے بڑھکر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (ایسے اور بھی رسول ہو گزرے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ الاحقاف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔	اے پیغمبر! (ان منکروں سے) کہو کہ میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا (پیغمبر) نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ (آئندہ) میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور نہ (جانتا کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائیگا) میری طرف جو وحی نازل ہوتی ہے میں تو صرف اسی پہ چلتا ہوں اور میں صاف طور پر ڈر سنا دینے والا ہوں اور بس۔

چوتھا مقدمہ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے بہت سارے انبیاء مختلف ممالک و اقوام میں گذرے جن میں سے بعض پیغمبروں کو قرآن میں بیان کیا گیا اور بہت سے پیغمبروں کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا	اور (اے پیغمبر! تمہاری طرح ہم) کتنے پیغمبر بھیج چکے ہیں، جکا حال ہم (اس سے) پہلے تم سے بیان کر چکے ہیں اور کتنے پیغمبر

لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۔	(اور) جن کا حال ہم نے تم سے بیان نہیں کیا

پانچواں مقدمہ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر اور جتنی آسمانی کتابیں ہوئی ہیں قرآن اُن سب پیغمبروں اور کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مسلمانوں کو تمام اگلے پچھلے انبیاء اور انکی کتابوں پر ایمان لانیکی ہدایت کیگئی ہے اور اس امر کی تصریح کردی گئی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے کل انبیاء اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان نہ لایا جائے اور سب کی تصدیق نہ کیجائے ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ یہاں صرف سات آیتیں پیش کیجاتی ہیں۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) یہ (قرآن) اُسی (فرشتے) نے خدا کے حکم سے تمہارے دل میں ڈالا ہے (اور قرآن) اُن کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس (کے زمانہ نزول) سے پہلے (موجود) ہیں اور ایمان والوں کیلئے ہدایت اور (فلاح دارین کی) خوشخبری ہے

دوسری آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ	(اے پیغمبر!) اسی (خدا) نے تم پر یہ کتاب برحق اتاری جوان (آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے (نازل ہوچکی) ہیں اور اسی نے اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے تورات اور انجیل اتاری۔

چوتھی آیت سورۃ الانعام میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ۔	اور یہ کتاب (آسمانی) ہے جسکو ہم نے اتارا ہے برکت والی (کتاب ہے اور) جو (کتابیں) اسکے پہلے نازل ہوچکی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔

پانچویں آیت بھی اسی سورہ میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ	(اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہ راست دکھائی تو (اے پیغمبر) اُن ہی کے طریقے کی تم (بھی) پیروی کرو۔

چھٹویں آیت سورۃ النسار میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ۔	اے اہل کتاب (قرآن) جو ہم نے نازل فرمایا ہے اور وہ اس (کتاب) کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق بھی کرتا ہے اس پر ایمان لے آؤ۔

ساتویں آیت سورۃ البقرۃ کے آخر میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ	(یہ) پیغمبر (محمد) اس کتاب کو مانتے ہیں جو اُن کے پروردگار کیطرف سے اُن پر اتری ہے اور اُنکے ساتھ (دوسرے) مسلمان بھی

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔	(یہ سب کے) سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے (اور کہتے ہیں کہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے ۔

پانچ مقدمات کی تمہید ہو چکی تو اب ہم اصل مقصود کی نسبت گذارش کرتے ہیں جیسا کہ عقل و قیاس کا مقتضا ہے قرآن نے ہر ملک وقوم کے لئے پیغمبر کی ضرورت تسلیم کی (دیکھو پہلا مقدمہ) اور پھر یہ صراحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ملک اور ہر قوم کی طرف ایک پیغمبر کو مبعوث کیا (دیکھو دوسرا مقدمہ) اور ان پیغمبروں میں سے بعض پیغمبروں کے حالات سے آنحضرت کو مطلع فرمایا اور بعض کا ذکر نہیں کیا (دیکھو چوتھا مقدمہ) قرآن مجید میں نام بنام صرف پچیس[۲۵] یا چھبیس[۲۶] پیغمبروں کے قصے بیان کئے گئے ہیں اور ان میں سے اکثر وہ نفوس مقدسہ ہیں جو ممالک شام اور بابل و نینوا کی سرزمین اور اس کے اطراف میں مبعوث ہوئے اور سوائے حضرت نوح کے کسی نبی کی بعثت تمام عالم کے لئے عام نہیں تھی بلکہ ہر نبی ایک خاص ملک وقوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا پس عقل و شریعت کا حکم ہے کہ ہندوستان۔ چین۔ جاپان وغیرہ دوسرے ممالک میں بھی ضرور انبیا مبعوث ہوئے ہوں گے جن کا بیان قرآن میں ضروری نہیں سمجھا گیا (مقدمہ ۲ و ۴)

ہندو پیروان بدھ۔ اور مجوسی وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ راجندر جی کرشن جی۔ گوتما بدھا اور زردشت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبران برگزیدہ تھے جو ہند و چین وغیرہ کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور وید مقدس اور اور ژند اوستا وغیرہ ان کی آسمانی کتابیں ہیں۔

اگر قرآن مجید ان لوگوں کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتا تو اس سے تکذیب لازم نہیں آتی (دیکھو چوتھا مقدمہ) اور ہم کو ان کی نبوت اور ان مذکورہ کتابوں کے آسمانی ہونے سے انکار کرنا لائق نہیں ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ یہ سب لوگ مخصوص الممالک اور مخصوص الاقوام انبیاء رہے ہوں اور ہم مسلمانوں کو تو تمام اگلے پچھلے پیغمبروں اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

پس جب توریت و انجیل وغیرہ کا کلام اللہ ہونا ثابت و مسلم ہے۔ رامچندر کرشن جی۔ گوتما بدھ۔ اور زردشت وغیرہ کا نبی ہونا اور ان کی کتابوں کا آسمانی ہونا خود قرآن مجید کی شہادت سے قرین عقل وصواب ہے تو قرآن مجید کے مضامین کا ان کتابوں کے مضامین سے مشابہ ہونا قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت ہو گیا اسلام کوئی انوکھا مذہب نہیں ہے نہ محمد مصطفےٰ کوئی انوکھے پیغمبر ہیں وہی باتیں جو اگلے پیغمبر سکھانے آئے تھے آنحضرت بھی سکھاتے تھے اور وہی احکام وہدایات جو اگلی آسمانی کتابوں میں تھے انہیں کی قرآن نے بھی تصدیق کی۔ صرف اسلوب بیان بدلگیا البتہ قرآن نے یہ دعویٰ ضرور کیا کہ تمام دوسری کتابیں غیر مکمل ہیں اور پیغمبر اسلام ایک کامل مذہب اور مکمل کتاب لیکر مبعوث ہوئے اور مکمل مذہب کے آنے سے دوسرے غیر مکمل مذاہب غیر ضروری العمل ہو گئے جیسا کہ ہر گورنمنٹ کا

ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَامَ دِينًا۔

آج ہم نے تمہارا (یعنی محمد کا) دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ہم نے تمہارے لئے وہی اسلام کو پسند کیا۔

مکمل قانون اپنے سے اگلے غیر مکمل قانون کو منسوخ کر دیا کرتا ہے اور اس منسوخ ہو جانے سے اس کا قانون سرکار ہونا لازم نہیں آتا اور جب ان تمام کتابوں کا آسمانی ہونا قرین صواب یا مسلم ہے اور قرآن کی صراحت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اصول ہر مذہب کا ایک ہی ہے اور یہ کہ اسلام تمام اگلے مذاہب کی ہدایتوں کو صحیح تسلیم کرتا اور ان کتابوں کے آسمانی ہونیکی تصدیق کرتا ہے اور پیغمبر اسلام ویسے ہی رسول ہیں جیسے ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور وہی باتیں سکھاتے ہیں جو اگلے انبیا سکھاتے آئے ہیں بس فرق اتنا ہے کہ اگلے مذاہب کم و بیش ناقص تھے اور اسلام کامل و مکمل ہے تو یہ نہ کہو کہ پیغمبر اسلام نے فلاں فلاں مضامین فلاں فلاں مذاہب سے لیکر قرآن کو مرتب و مدون کر لیا بلکہ یوں کہو اور حق بات کہو کہ جس منبع سے توریت انجیل زبور۔ ژندواوستا۔ وید مقدس اور وغیرہ دنیا میں آئیں اسی منبع سے قرآن مجید بھی نازل ہو کر ہم تک پہنچا اور جب ان سب کا منبع ایک ہے تو قرآن کے بعض مضامین کا دوسرے کتب آسمانی کے بعض مضامین سے مشابہ اور متحد ہونا لازمی بات اور اس کے کلام اللہ ہونیکی صاف دلیل ہے اس بیان سے پادری تسڈل صاحب کے دعاوی کی ساری قلعی کھل گئی اور اسلام و پیغمبر اسلام کی مخالفت میں جو عمارت انہوں نے بہت محنت سے تیار کی تھی وہ سب چشم زدن میں منہدم ہو گئی۔ جن امور سے وہ مذہب اسلام کی تکذیب کرنی چاہتے تھے وہی امور اس کی حقانیت کے ثبوت بن گئے سبحانہٗ جلت کبریاءہ۔

گیارھویں دلیل

پادری ٹسڈل کی رائے جو اس نے ینابیع الاسلام میں ظاہر کی ہے ناظرین اس رسالہ کے گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں اس کے خلاف علامہ راڈویل اور نولڈیک ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسیحی مذہب کے متعلق کسی تحریری سرچشمہ سے معلومات حاصل نہیں کئے بلکہ جو حالات و تعلیمات روایتی طور پر ملک میں رائج اور مسیحیوں کی زبانوں پر تھیں وہی اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہوئیں چنانچہ راڈویل کا قول ہم اوپر کسی مقام پر نقل کر آئے ہیں کہ "محمدؐ کو مسیحی کتب تک رسائی نہیں ہوئی" اور بعینہٖ یہی مذہب پروفیسر نول ڈیک کا ہے اور ان دونوں علمائے مسیحی کے ان تحریرات سے پادری ٹسڈل کے دعوے کی تردید و تغلیط ہوگئی جو لکھتا ہے کہ "ملک عرب کے مسیحیوں کے پاس بہت سی مسیحی کتابیں موجود تھیں وہ لوگ ان کتابوں کو دن رات پڑھتے تھے اور آنحضرت کے ساتھ ہر وقت نشست و برخواست رکھتے تھے۔ وہی مثل کہ سارے جھوٹے مر گئے ان کو بخار بھی نہ آیا۔ سر ولیم میور لائف آف محمد میں راڈویل اور پروفیسر نول ڈیک کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:-

> بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے معلومات کسی تحریری سرچشمہ سے حاصل نہیں کئے بلکہ نسلاً بعد نسلٍ مسیحی مذہب کے جو عقائد اور حالات اور تاریخی واقعات روایت کے طور پر ملک عرب کے مسیحیوں میں چلے آتے تھے انہیں سے قرآن کے مضامین اخذ کئے گئے مگر یہ خیال غلط،

کیونکہ اگر یہی روایتی واقعات قرآن کے مضامین کا منبع ہوتے
تو وہ اس غرض کے لئے بالکل ناکافی تھے ہمارے پاس
اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ مکہ میں یا مدینہ میں
مسیحی مذہب کے متعلق اتنے روایتی حالات موجود
تھے جن سے اس قسم کے بیانات جیسے قرآن
میں پائے جاتے ہیں اور اناجیل کے مضامین
سے گہری مشابہت اور تفصیلی مطابقت رکھتے ہیں،
پوری تفصیل و بسط کے ساتھ مرتب ہو سکتے ہوں فقط
لالف آف محمد صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰۔

اس کے بعد سر ولیم میور مفصل طور پر ان تمام اقوال کی تردید کرتے ہیں جن میں یہ ادعا کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے عرب کے مسیحیوں سے قرآنی مضامین کو اخذ کیا سر ولیم میور کے نزدیک نہ تو عرب کے مسیحیوں کے پاس وہ مسیحی کتابیں تھیں جن میں اسلامی تعلیمات کا کھوج لگایا جاتا ہے نہ اُن مسیحیوں کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ ان سے قرآنی مضامین اخذ ہو سکتے اور نہ آنحضرت کو اپنی عمر بھر میں کبھی عرب کے مسیحیوں سے میل جول رکھنے کا موقع ملا مگر سخت افسوس اور نہایت تعجب ہے کہ دوسرے مسیحیوں کے تمام اقوال کو ایک ایک کر کے رد کرنے کے بعد خود سر ولیم میور نے جو رائے اپنی پیش کی ہے وہ ان سب سے زیادہ بے بنیاد ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ۔

لیکن اس غرض کے لئے کافی روایتیں ملک شام
کے جنوبی حدود میں ابھی باقی تھیں اور اس جگہ سے

بلاریب کسی یہودی واسطے سے یہ روایتیں محمدؐ
(صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچیں۔

میور صاحب تعصب کی رو میں لکھنے کو تو لکھ گئے مگر اتنا نہ سمجھے کہ جن وجوہ سے دوسرے مسیحیوں کے اقوال کو انہوں نے رد کیا ہے وہی وجوہ ان کے اس قول کی تکذیب کے لئے بھی کافی ہیں بلکہ کچھ اس سے زیادہ میور صاحب کے اس دعویٰ پر ہم بحث کر آئے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے پھر ان سب کی تردید علامہ کارلائل اپنی مشہور کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں بڑے زور و شور سے کرتے ہیں کہ محمد ایک ان پڑھ آدمی تھا اور اس کو سوائے اپنی مادری زبان عربی اور صحرائی تجربیات کے کچھ نہیں آتا تھا؎ غرض یہ حال ہے کہ ایک مسیحی معترض ایک رائے ظاہر کرتا ہے تو دوسرا اس کی تردید کرتا ہے اسلام کی مخالفت میں منشا سب کا ایک ہے مگر ایک امر کہتا ہے تو دوسرا اَبلی خود مسیحی معترضین اور مخالفین اسلام میں اتنا سخت اختلاف اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان لوگوں کے پاس آنحضرت کے غیر امی ہونیکا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کیونکہ اگر واقعی آپ کے پڑھے لکھے ہونے کا کوئی صحیح ثبوت ہوتا اور اس کی صحیح روائتیں موجود ہوتیں تو مخالفین اسلام میں باہم اختلاف کیوں ہوتا؟

بارھویں دلیل

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی، حضرت عیسیٰ یا گوتما بدھا

؎ دیکھو اس مقدمہ کی نویں دلیل ۱۲۔

یا زردشت وغیرہ کی طرح مجہول و پوشیدہ نہیں ہیں آپ کے دن رات کے واقعات مفصل موجود ہیں۔ آپ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہم تک پہنچائے گئے ہیں لیکن اس امر کے لئے ایک ذرہ برابر شہادت موجود نہیں کہ آپ نے کسی یہودی یا مسیحی سے تعلیم حاصل کی یا ابراہیمی معتقدات و فرائض معلوم کرنے کے لئے یہود وغیرہ کی طرف رجوع کیا ہو یا کسی دوسرے مذہب موجودالوقت کے واقف کار لوگوں سے مصاحبت رکھی ہو اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو یہ بات ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔

علامہ راڈویل اپنے ترجمہ قرآن میں صاف لکھتا ہے کہ آپ کا دوسرے لوگوں سے تعلیم پانا نہ صرف دشمنوں سے پوشیدہ تھا بلکہ آپ کے پیرو اور معتقدین بھی اس سے بےخبر تھے۔

بھلا کون عقلمند باور کرسکتا ہے کہ ایک شخص دوسروں سے خفیہ طور پر تعلیم حاصل کرے اور باہر آکر اپنے دشمنوں اور دوستوں میں یہ اعلان کرے کہ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں وہ خدا کی طرف سے ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو خود مجھکو پہلے معلوم نہ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے سکھائیں۔''
پھر سالہا سال گذر جانے پر بھی یہ راز کسی متنفس پر نہ کھلے درحالیکہ ہزاروں آدمی دن رات اس کے ہر ایک فعل کو غور و تجسس کی نظر سے دیکھنے والے تھے اور آپ کا سونا۔ جاگنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ بولنا۔ خاموش رہنا۔ غرض آپ کی ہر بات نہایت توجہ اور غور کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اس امر میں جس کو شبہ ہو احادیث کی کتابوں کو دیکھ لے۔

اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ آنحضرت کی پیروی کرنیوالوں کو

کامل یقین اور پختہ ایمان تھا کہ آپ واقعی رسول اللہ ہیں ہر ایک آیت جو آپ ارشاد فرماتے ہیں اس کا حرف حرف مالک عرش کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں کسی انسان کی طرف سے نہ کچھ ملونی ہوئی ہے نہ ہو سکتی۔ پھر ان لوگوں میں سے جن نفوس کو آپ کے ساتھ زیادہ گہرا تعلق تھا اور جو آپ کے اندرونی بیرونی حالات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے ان کو آپ کی وحی کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے زیادہ یقین واثق تھا ظاہر ہے کہ اگر ان لوگوں کو ذرا بھی شبہ ہوتا کہ آپ غیروں سے مدد لیتے ہیں تو اُن کے ایمان ایسے مستحکم نہ ہوتے اور انکا یقین ایسا غیر متزلزل اور راسخ نہ رہتا حالانکہ ان قریب تر رہنے والوں کو کبھی یہ شبہ کرنے کا موقع بھی نہیں ملا کہ آپ کسی دوسرے انسان سے پوشیدہ مدد لیتے ہیں بلکہ وہ نہایت بصیرت کے ساتھ ایمان رکھتے تھے کہ جو کچھ آپ سناتے ہیں وہ حرف بحرف وحی الٰہی ہے۔ یہ ایک یقینی اور قطعی دلیل ہے کہ آپ نے کبھی کسی سے پوشیدہ طور پر تعلیم حاصل نہیں کی ورنہ ممکن نہیں تھا کہ تیئیس (۲۳) سال کے عرصہ دراز تک آپ کا تعلیم پانا خود آپ کے محرم راز اصحاب سے بالکل مخفی رہتا اور کوئی سمجھدار کبھی مان نہیں سکتا کہ آپ نے ایسے مخفی طور پر اہل کتاب وغیرہ سے مدد لی کہ سالہا سال میں نہ صرف آپ کے صحابہ اس راز سے بیخبر رہے بلکہ آپ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات بھی مرتے دم تک اس سے لاعلم رہیں اور اسی لئے تو علامہ راڈویل ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ :۔

"یہ مضمون ایسے اخفا کے پردوں میں محجوب ہے
کہ اس فاصلہ سے ہماری آنکھوں کے لئے
ان پردوں کو پھاڑ کر حقیقت تک پہنچنا محال ہے"

میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بارہ دلیلیں پیغمبر اسلام کو امی ثابت کرنیکیلیے
کافی سے زیادہ ہیں اور اس کے خلاف جتنے اعتراضات مسیحیوں نے
کئے ہیں اور جتنے واہمے رسول کے غیر امی ہونے کے متعلق کئے ہیں
ان سب کا قلع قمع ہوگیا فالحمد للہ علی ذالک - فقط والسلام علی خیر الانام

قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا

دوسرا ثبوت

قرآن مجید نے خود اپنے کلام اللہ ہونے کا بڑا ثبوت یہ دیا ہے کہ کوئی دنیاوی طاقت اُس جیسی فصیح کتاب بنا کر پیش نہیں کر سکتی۔ دنیا بھر کے فصحا و بلغا اور جن و انس ملکر متفق کوشش کریں تو بھی قرآن کی ایسی ایک سورۃ نہیں بنا سکتے۔

قرآن مجید نے پانچ مقامات پہ نہایت کُھلے الفاظ میں ڈنکے کی چوٹ یہ دعویٰ کیا ہے۔

پہلی آیت سورۃ الاسراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا	(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ اگر آدمی اور جنات جمع (ہوکر اس بات پر آمادہ) ہوں کہ اس قرآن کی طرح کا (اور کلام) بنا لائیں تو بھی اس جیسا کلام نہیں (بنا) لاسکتے اگرچہ ان میں سے ایک کی پشتی پر ایک (کیوں نہ) ہو

دوسری آیت سورۃ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	کیا (یہ کافر) کہتے ہیں کہ اس (محمد) نے قرآن کو اپنے دل سے بنا لیا ہے تو (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی اسی طرح کی بنائی ہوئی زیادہ نہیں) دس ہی

إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ

سورتیں لے آؤ اور خدا کے سوا جس کو تم سے بلاتے بن پڑے بلا لو پس اگر (تمہاری یہ مددگار) تمہارا کہنا نہ کر سکیں تو جان لو کہ قرآن خدا ہی کے علم سے اترا ہے۔

تیسری آیت سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ

کیا (کفار) کہتے ہیں کہ اس (محمد) نے قرآن از خود بنا لیا ہے (اصل میں یہ) ایمان ہی نہیں لانا چاہتے سو اگر وہ سچے ہیں تو اسی طرح کا کلام (یہ بھی بنا کر) لے آئیں۔

چوتھی آیت سورۃ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔

کیا (یہ کفار قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اس کو خود پیغمبر نے بنا لیا ہے تو (اے پیغمبر تم ان سے) کہو کہ اگر تم (اپنے دعوی میں) سچے ہو تو (تم بھی اہل زبان ہو) ایسی ہی۔ ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جسکو تم سے (بلاتے) بن پڑے (اپنی مدد کیلئے) بلا لو۔

پانچویں آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا

اور وہ جو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر قرآن اتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو کہ وہ

بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ

خدا کی کتاب نہیں) اور (اپنے اس دعوی میں) سچے ہو تو اسی جیسی ایک سورۃ (تم بھی) بتا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی (اپنی مدد کیلئے) بلا لو پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے تو (دوزخ کی) آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور وہ) منکروں کیلئے (دہکی دہکائی) تیار ہے۔

پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قرآن اللہ کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوتا ہے کفار عرب نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ قرآن ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ محمدؐ خود تصنیف کرتے ہیں قرآن نے کفار کی اس بکواس کا یہ جواب دیا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ محمدؐ ہی کا بنایا ہوا ہے تو آخر تم بھی ویسے ہی انسان ہو اور فصاحت و بلاغت کا بڑا دعوی بھی کرتے ہو تم بھی ویسا ہی کلام بنا کر پیش کر دو تو البتہ ایک بات ہے کیونکہ انسان جیسا کلام بنا سکتا ہے لیکن تم ہرگز قرآن کی ایسی فصیح عبارت نہیں بنا سکتے پر نہیں بنا سکتے۔

اس کے بعد پھر قرآن نے ان کو چیلنج دیا کہ اچھا زیادہ نہیں دس ہی سورتیں قرآن کی ایسی فصیح تم بنا لاؤ۔ اس پر بھی فصحائے عرب میں ہر طرف سناٹا ہی رہا گویا ایک طرف سے سب کو سانپ سونگ گیا کہ کوئی قرآن جیسی عبارت لکھنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

تیسری مرتبہ قرآن نے اور زیادہ سختی و تشدد کا چیلنج دیا کہ اگر تم دس

سورتیں بھی نہیں بنا سکتے تو جاؤ ایک ہی سورۃ اس جیسی فصیح بنا کر پیش کردو اس پر بھی کفار عرب جیسے ہیکڑ اور غیرت و حمیت والوں نے میدان فصاحت میں اترنے کا نام نہیں لیا بے ہتھیار ڈال دیئے اور سوا اس کے اپنے عجز کا اعتراف کریں اُن کے لیئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔

اس نوبت کو پہنچکر اور حجت کو تمام کر چکنے کے بعد آخر میں یہ زبردست دعوی کیا گیا کہ اگر دنیا بھر کے جنات و انسان ملکر متفقہ کوشش کریں تو بھی قرآن جیسی فصیح کتاب کا بنانا محال ہے اور تمام عالم کے فصحار کی مجموعی طاقت بھی قرآن کی ایسی فصیح ایک سورت نہیں بنا سکتی۔

قرآن کا یہ دعوی تیرہ سو برس سے آجتک اسی زور و شور کے ساتھ باقی ہے اور کسی غیرت دار مخالف کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوتی۔ دنیا میں بڑے بڑے فصیح و اسپیکر گزر گئے۔ خود عہد رسالت میں ملک عرب کے اندر ایسے نامور فصحا را ور نامی گرامی شعرائے جادو بیان موجود تھے جن کی فصاحت کی دھاک بیٹھی تھی جن کی تقریروں سے دنیا میں ہلچل پڑجاتی تھی۔ جن کے موثر بیانوں سے قوموں میں نہ بجھنے والی آتش جوش بھڑک اٹھتی اور ہزاروں قبیلے جان دینے پر آمادہ ہو جاتے اور مر مٹ جاتے تھے باوصف اس دعوی فصاحت کے اور باوجود اتنے اور ایسے فصحائے جادو بیان کے قرآن کی فصاحت کا مقابلہ نہ ہو سکنا اور کسی ایک فرد کا قرآن کے مقابلہ میں ویسی ایک فصیح سورۃ بنانیکی جرأت نہ کرنی نہایت تعجب انگیز امر ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جسپر مخالفین اسلام کو انصاف سے غور و تامل کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی یہ ایک صاف اور بدیہی دلیل ہے۔

تیسرا ثبوت

قرآن مجید کی فصاحت تین حال سے خالی نہیں ہو سکتی -

(۱) یا وہ عام فصحاء کے کلام کے مساوی ہو -

(۲) یا تمام فصحاء کے کلام سے زیادہ ہو مگر عادت کے خلاف یا خارق عادت نہ ہو -

(۳) یا تمام فصحاء کے کلام سے اتنا زیادہ ہو کہ عادت کے خلاف ہو اور کوئی اس کے مثل کہنے پر قادر نہ ہو -

پہلی دونوں صورتیں باطل ہیں اس لئے کہ اگر قرآن فصاحت و بلاغت میں عام فصحاء کے کلام کے برابر ہوتا یا فصاحت میں اس کا درجہ خلاف عادت نہ ہوتا تو فصحاء عرب ضرور قرآن کا جواب دیتے اور ان کے عاجز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ذیل میں ہم ان نامی گرامی شعراء عرب کی اجمالی فہرست بتاتے ہیں[۵] جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھے جن کی فصاحت اور قادر الکلامی کی تمام عرب میں دھوم تھی جو اپنی فصاحت کے غرے میں کل اہل دنیا کو گونگا سمجھتے تھے اور ان میں کے اکثر مسلمان بھی ہو گئے -

---

۵ - از کتاب روضتہ الادب فی طبقات شعراء العرب تالیف از سکندر آغا ابکاریوس مسیحی -

فہرست ان فصحائے عرب کی جو عہد جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں تھے

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب و ولدیت	سال وفات	کیفیت
۱	امیہ بن الصلت	امیہ ابوالقاسم بن ابی الصلت	سنہ ۲ ہجری	
۲	اوس بن حجر	بن مالک تمیمی یمنی	ابتدائے ظہور اسلام میں مرے	
۳	تمیم	بن ابی مقبل بن عوف عامری نجدی		انکی اخیر عمر میں اسلام کا ظہور ہوا
۴	زرید	ابو زفاقہ بن الصمہ بن حارث نجدی		یہ سادات بنو جشم میں بڑے عاقل ومدبر اور بڑے فصیح وبلیغ صاحب عظمت تھے
۵	عمرو	بن احمر بن فراس بن معن باہلی نجدی	ابتدائے خلافت معاویہ میں وفات ہوئی	
۶	عمرو ابن ہتم	ابو ربیعہ بن سنان اہتم تمیمی نجدی۔	سنہ ۵۷ ہجری	
۷	شماخ	معقل بن ضرار بن سنان سعدی نجدی	سنہ ۱۸ ہجری	
۸	نمر	بن تعلب بن زہیر بن قیس اکلی نجدی۔	سنہ ۲۵ ہجری	
۹	امیہ	ابو کلاب بن حرثان بن الاسکر البکری	ایام زیاد بمقام بصرہ	یہ اور ان کے بیٹے کلاب دونوں مسلمان ہوگئے اور بصرہ میں انتقال کیا

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب وولدیت	سال وفات	کیفیت
۱۰	تماضر خنساء	بنت عمرو بن الشرید سلمیہ نجدیہ	صحرا میں ان کا انتقال ہوا	یہ عورت مرثیہ گوئی میں مشہور تھی اور آخر اسنے مسلمان ہو کر انتقال کیا
۱۱	حسان	ابو الولید حسان بن ثابت بن منذر یثربی	سنہ ۵۴ھ عہد معاویہ رض	مشہور شاعر ہیں جو آخر مسلمان ہوئے۔
۱۲	خویلد	بن خالد ہذلی حجازی	سنہ ۲۶ ہجری	مسلمان ہوگئے۔
۱۳	مخبل	ابو یزید ربیعہ بن مالک سعدی یمنی	زمانۂ خلافت عمر یا ابتدائے خلافت عثمان رض	مسلمان ہوگئے
۱۴	ربیعہ	بن مقروم بن خالد ضبی نجدی	سنہ ۲۸ ہجری	مسلمان ہوگئے
۱۵	عباس	ابو الہیثم بن مرداس بن ابی عامر اسلمی نجدی	سنہ ۱۶ ہجری	مسلمان ہوگئے
۱۶	عبد اللہ	بن رواحہ بن ثعلبہ انصاری یثربی	سنہ ۸ ہجری	مسلمان ہوکر مقتول ہوئے
۱۷	ابو ثور	عمرو بن معدیکرب بن عبداللہ زبیدی یمنی	سنہ ۲۱ ہجری میں شہید ہوئے۔	عرب کے مشہور پہلوان ہیں اور اسلام کے جانباز بہادر صاحب صمصام
۱۸	قیس	ابو زید بن خطیم بن عدی بن عمرو یثربی	ہجرت سے پہلے شہید ہوئے۔	یہ اسلام کے جانبازوں میں تھے
۱۹	کعب	بن زہیر بن ابی سلمی مزنی نجدی	ابتدائے خلافت عثمانی	مسلمان ہوکر طبعی موت سے مرے

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب و ولدیت	سال وفات	کیفیت
۲۰	لبید	ابو عقیل بن ربیعہ بن مالک بن جعفر عامری	ابتدای خلافت معاویہ میں ایک سو چالیس برس کی عمر میں فوت ہوئے	یہ جانباز مسلمان قرآن کے جامعین میں سے ہیں۔
۲۱	مالک	ابو مغوار بن نویرہ بن عمرو یربوعی یمنی۔	عہد خلافت صدیق اکبر	یہ مسلمان ہوا اور دہو کے میں قتل ہو گئے۔
۲۲	متمم	بن نویرہ ابو نہشل	عہد خلافت عمر رضہ	مسلمان ہو گئے
۲۳	معن	بن اوس بن نصر مزنی تہامی	سنہ ۲۹ ہجری	آخر عمر میں مسلمان ہوئے
۲۴	میمون اعشی	ابو نصیر بن قیس بن خندل اسدسی	سنہ ہجری	مسلمان ہو گئے
۲۵	یزید	بن ورقاء بن یربوع یمنی	سنہ ۱۷ ہجری	مسلمان ہو گئے مگر رمضان کے روزے نہیں رہتے تھے۔

یہ پچیس شعرائے نامی اور فصحائے گرامی ہیں جن میں کا ہر ایک فرد فصاحت میں عرب کا روح رواں تھا ان میں سے شروع کے آٹھ نفوس تو اپنے کفر پر قائم رہے بعضوں نے ضد، وحسد کیوجہ سے مسلمان ہونا قبول نہ کیا باقی سب کے سب مسلمان ہو گئے جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے عرب کے گوشہ گوشہ میں شعر گوئی اور زبان دانی کا چرچا تھا عربی زبان کی فصاحت اپنے پورے عروج پر تھی اور عرب کے ان مغرور و طلاقت لسان فصحاء کو جتنا کچھ اپنی فصاحت وگویائی پر ناز وغرہ تھا

وہ تاریخ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے فی البدیہہ قصیدہ کا قصیدہ لکھدینا ان کے لئے ایک معمولی بات تھی ان کی لونڈیاں تک برجستہ گوئی میں اتنی مشاق ہوتی تھیں کہ آج اچھے سے اچھا شاعر ان کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

ایسے وقت میں محمد مصطفےٰ صلعم نے دعوی نبوت کر کے ثبوت میں قرآن کو پیش کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اگر تم کو اس میں شبہہ ہے تو اسکی جیسی فصیح ایک سورت ہی بنا کر لادو۔ خواہ تم میں کا کوئی ایک بنائے یا سب ملکر مجتمعہ طاقت سے بناؤ۔

یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ کے دعوے نبوت کے ساتھ تمام ملک عرب آپکا دشمن اور جان کا لاگو ہوگیا۔ ادنی سے اعلیٰ تک اس کوشش میں۔ لگا کہ محمد (صلعم) کو کسی طرح نیچا دکھائیں آپ کے دعوی کو باطل کر کے ذلیل وخوار کریں اور جو اس پر قادر نہ ہوسکیں تو آپ کے وجود ہی سے دنیا کو خالی کردیں اس کوشش میں کل اہل عرب نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ خصوصاً قریش اور مکہ والوں نے تو دامے درمے سخنے قدمے کسی طرح کوئی بات آپ کی تکذیب اور تذلیل میں اٹھا نہیں رکھی۔

باوجود ان مساعی اور سر توڑ کوششوں کے قرآن کے مثل نہ ایک سورت کوئی بنا سکا نہ کسی کو جھوٹ موٹ بنانے کی جرات ہی ہوئی اگر کوئی ایک شخص نہیں بنا سکتا تھا تو سب ملکر مجموعی قوت سے بنا لیتے۔

یہ بہت صاف بات ہے کہ اگر کفار عرب کو قرآن مجید کے مثل ایک سورت بنانے کی قدرت بھی ہوتی تو وہ کبھی باز رہنے والے نہ تھے وہ ضرور قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کر دیتے تا قرآن کا ایسا عظیم الشان دعوی باطل ہو جا اور قرآن لانیوالے کی ساری شیخی کرکری ہو جائے لیکن انہوں نے ہرگز ایسا

نہیں کیا اور نہیں کر سکے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا قرآن کی خارق عادت فصاحت کے اقراری ہوئے قرآن مجید نے بار بار ان کو چیلنج دیا اور فصحائے عرب کے عجز اور خاموشی ان کو لعنت ملامت کی ان کو جہنمی قرار دیا ان پر لعنت و پھٹکار برسائی مرنے کے بعد ان کو جہنم کی آگ کا ایندھن فرمایا اور فصحائے عرب نے اپنی ان ساری ذلتوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کیا مگر جواب میں اتنا نہ ہو سکا کہ تین آیت کی ایک سورت ویسی ہی فصیح بنا دیتے پس ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ وہ قرآن جیسی فصیح عبارت بنانے پر قدرت ہی نہیں رکھتے تھے اور یہ بات ان کے امکان سے باہر تھی ورنہ وہ نچلے بیٹھے والے نہ تھے اور اس کے ساتھ ہی جب ہم تاریخوں میں یہ پڑھتے ہیں کہ بہت سارے ہیکڑ فصحاء نامور قرآن مجید کی فصاحت کے معترف و شیدائی بن گئے اور اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر کے محمد عربی کی خالص پیرو ہو گئے تو یہ خیال حق بالکل یقین کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے پس جب دونوں صورتیں باطل ٹھریں تو تیسری صورت متعین و ثابت ہو گئی یعنے قرآن مجید کی فصاحت ایسے بالاترین درجے پر ہے کہ کوئی بشری طاقت اس جیسی عمدہ عبارت نہیں بنا سکتی اسی کا نام اعجاز معجزہ ہے اور اسی کا نام کلام الٰہی ہے۔ بندوں میں یہ کہاں طاقت کہ خالق اکبر کے کلام کا مقابلہ کر سکیں

چوتھا ثبوت

اسی تیسرے ثبوت کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی فصاحت حد اعجاز میں ہے یا حد اعجاز میں نہیں ہے۔ اگر حد اعجاز میں نہیں ہے

یعنے ویسی فصیح عبارت کا بنانا ممکن ہے تو فصحائے عرب کے لئے معارضہ بھی ممکن تھا پس باوجود اس کے کہ قرآن کا معاوضہ ممکن تھا فصحائے عرب کو قرآن کے مثل بنانے کی کوشش تھی اور کفار عرب قرآن کے لانیوالے بے یارومددگار مدعی نبوت کو ذلیل و رسوا کرنا دل سے چاہتے تھے قرآن کے معارضہ کی جرأت نہ کرنی ایک بین معجزہ اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی روشن دلیل ہے اگر قرآن خود محمد مصطفےٰ کا بنایا ہوا ہوتا تو طلاقت لسان اہل عرب کو اس کے مثل نہ بنا سکنے کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ بشر کا مقابلہ بشر کر سکتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ قرآن مجید بہمہ وجوہ معجزہ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ اوس جیسا کلام بلیغ بنا سکی نہ بنا سکتی نہ کبھی بنا سکے گی۔

فرض محال سے لازم نہیں آتا۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا پڑھے لکھے تھے یا اس پر بھی ترقی کر کے کہا جاے کہ آپ بہت بڑے عالم اور فصیح و بلیغ شاعر تھے تو بھی ان آخری تین ثبوتوں میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور باوصف قرآن کے دعوی و تحدی کے اس کے مثل کے پیش کرنے سے تمام فصحاے عرب کا عاجز آجانا بلاشبہ قرآن کے کلام آلہی ہونے کا مضبوط ترین ثبوت ہے۔

پانچواں ثبوت

سواے قرآن مجید کے آجتک کسی کتاب کے مصنّف نے نہ اپنی کتاب کے بےمثل ہونے کا دعوے کیا نہ دنیا بھر کے جن وانس کو اتنا زبردست

چیلنج دیا کہ تم سب اہل عالم ملکر اپنی پوری قوت صرف کرڈالو تب بھی قرآن جیسی ایک سورت نہ بنا سکوگے اس دعوی اور تحدی میں قرآن منفرد رہے اسی نے اپنے بیمثل ہونے کا دعوے کیا اسی نے فصحائے عرب کو خصوصاً اور تمام اہل عالم کو عموماً اپنے مقابلہ کے لئے پکار پکار کر علی الاعلان بلایا کہ اگر تم کو میرے کتاب اللہ ہونے میں شک ہے تو محمد کچھ دنیا اور انسان نہیں ہے آخر وہ تم ہی میں کا ایک امی شخص ہے اور تم کو اپنی فصاحت کا دنیا اور گھمنڈ بھی ہے۔ تم لوگ بھی اپنی انفرادی یا اجتماعی قوت سے کام لیکر ویسی ہی ایک کتاب یا اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ۔

قرآن کا یہ بول بالا رہا۔ کسی نے اس کے جواب لکھنے کی جرءت کی نہ آجتک اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کی گئی۔

اگر انصاف پسند مخالفین تعصب سے کام نہ لیں تو قرآن کے کلام اللہ ہونے پر یہ بھی ایک اوسط درجہ کی معتبر دلیل ہے۔

چھٹواں ثبوت

کبھی کسی انسان نے اپنے مصنوع کے بیمثل ہونے کا دعوی نہیں کیا اور وہ کر بھی نہیں سکتا کیونکہ جب وہ خود ہی بیمثل نہیں ہے تو اس کی صنعت کیونکر بیمثل ہو سکتی ہے۔ انسان کیسا ہی بالاترین درجہ پر ہو اس کی بنائی ہوئی چیز ما فوق القدرت نہیں ہو سکتی کہ کوئی دوسرا انسان اس جیسی چیز نہ بنا سکے جب سے دنیا کا پتا چلتا ہے اور جب سے تاریخ کا نشان ملتا ہے آجتک انسان کی مصنوعات میں سے کوئی ایسا مصنوع

پیش نہیں ہوا جس کا مثل بنانے پر انسان قادر نہ ہو اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی جیسی چیز انسان بنا سکتا ہے۔

یہ عظمت صرف قدرتی اشیاء کو حاصل ہے جن کا وجود اور جن کی بقاء انسان کی طاقت و اختیار سے باہر ہے قدرتی چیزوں کی مثل تو کیا۔ اس کے لگ بھگ بھی بنانے پر انسان قادر نہیں ہے۔

مصنوعات باری میں سے کسی ادنی سے ادنی درجہ کی چیز لیلو۔ کبھی کوئی دنیاوی قوت اس جیسی چیز بنانے پر قادر نہیں ہو سکتی۔

مثال کے طور پر گلاب کے پھول پر غور کرو جس کو قدرت کے برترین ہاتھوں نے بنایا ہے اور بتاؤ کہ کیا کوئی بڑا سے بڑا انسان یا نوع انسان کی مجموعی طاقت یا تمام دنیا کی اتفاقی قوت بھی اس بات پر قادر ہے کہ گلاب کا ایسا پھول بنا دے۔

یقیناً تم اس بات کا جواب نفی میں دو گے کہ واقعی کوئی دنیاوی قوت ایسا پھول بنانے پر قادر نہیں اور یہ عقلاً محال و ناممکن ہے کہ انسان ضعیف البنیان ایسا پھول بنانے پر قدرت پا سکے اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ

لوگو! ایک مثال بیان کیجاتی ہے تو اس کو کان لگا کر سنو کہ خدا کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی۔ پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے (پیدا کرنیکے) لئے (اسکے سب اکھٹے (ہی کیوں نہ) ہوں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لیجائے تو اس کو اس سے چھڑا

شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ -

نہیں سکتے (کیسے) بودے ہیں (جو مکھی کے) پیچھے پڑیں (اور نہ پکڑ سکیں) اور کیسی بودی (وہ بیچاری مکھی) جس کا پیچھا کیا جائے

(سورۃ الحج -)

ایسا ہی ایک مضمون سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا

بھلا آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور آسمان سے تم لوگوں کیلئے (کس نے) پانی برسایا (ہم ہی نے برسایا) پھر پانی کے ذریعہ سے ہم (ہی) نے خوشنما باغ اگائے (لوگو!) تمہارے بس کی تو بات نہ تھی کہ تم اُن درختوں کو اگا سکو -

بہرحال یہ بدیہات میں سے ہے کہ انسان حیوان - نباتات جمادات وغیرہ جتنی قدرتی چیزیں ہیں سب اپنی ذات میں بےمثل ہیں اور انسان خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے ان قدرتی چیزوں کے مثل بنانے پر نہ اس کو قدرت ہے نہ کبھی ہو سکتی -

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار کے تمام معبود اپنی پوری قوت صرف کر دیں تو بھی وہ مکھی جیسی ایک حقیر مخلوق کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے بلکہ پیدا کرنا تو بڑی بات ہے اگر مکھی کوئی چیز اٹھا لیجائے تو وہ اتنے کمزور ہیں کہ اس کو مکھی سے چھین بھی نہیں سکتے -

دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ " ہم آسمان سے پانی برسا کر خوشنما باغ اگا دیتے ہیں ، تم بنی نوع انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ درختوں کو

اگا سکو ۔ اور یہ دونوں دعوے بالبداہتہ صحیح ثابت ہیں ۔
قرآن کے کلام اللہ ہونیکا بھی ویسا ہی بدیہی ثبوت دیا کہ کوئی انسانی طاقت ویسا فصیح کلام نہیں بنا سکتی پس اگر وہ انسان کا کلام ہے تو اہل عرب کو تو اپنی فصاحت کا بڑا گھمنڈ ہے ایک ہی سورت ویسی فصیح بنا لاؤ ۔
اللہ تعالیٰ کا یہ دعوے سچا اُترا فصحائے عرب کی تمام مجموعی قوت بھی قرآن کے مثل ایک سورت بنا کر نہ پیش کر سکی اور اس میدان میں سب نے اپنی ہار مان لی اور گویا سب نے اس امر کا بدیہی ثبوت دیدیا کہ جس قدرت کے ہاتھوں نے انسان حیوان اور نبات وجمادات جیسی بےمثل چیزوں کو پیدا کیا ہے کہ ان کا مثل کوئی دوسرا بنا نہیں سکتا اسی صاحب قدرت کا کلام قرآن مجید بھی ہے کہ اس جیسا کلام کوئی نیادی طاقت نہیں بنا سکتی ۔

ساتواں ثبوت

قرآن مجید میں بہت ساری آیتیں ایسی مجتمع ہوگئی ہیں جو فصاحت کو نقصان پہونچانے والی ہیں اور جن کا اجتماع بالاتفاق کلام کو فصاحت کے درجہ سے گرا دیتا ہے مثلاً

(۱)

اہل عرب کی ساری فصاحت وصف مشاہدات پر منحصر تھی مثلاً اونٹ کی تعریف گھوڑے کی صفت عورتوں اور لونڈیوں اور ان کے حسن وجمال کی مدح سرائی بادشاہ کی مدحت تیر وتلوار اور جنگ وحرب کے ذکر و اوصاف اپنی غارتگری اور لوٹ مار کا بیان تعریف وتعلی وخودستائی وغیرہ ۔

قرآن مجید اِن اور اِن جیسی تمام باتوں سے مبرا ہے تو چاہیے تھا کہ اس میں وہ الفاظ فصیحہ نہ ہوتے جن پر کلام عرب کی فصاحت کا دارومدار تھا بلکہ جیسا فصیح کلام اہل عرب کا ہوتا تھا قرآن مجید اتنا فصیح بھی نہ ہوتا۔

(۲)

جب تک جھوٹ کی آمیزش نہ ہو کلام موزوں فصیح نہیں ہوا کرتا جس شاعر نے مبالغہ و دروغ گوئی کو خیر باد کہا اس کا کلام فصاحت کے درجہ سے گر گیا اور اس کی بین شہادت یہ ہے کہ لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت عہد جاہلیت کے بڑے مشاہیر شعرائے عرب سے تھے۔ یہ دونوں آخر مسلمان ہوئے مسلمان ہونے کے بعد جو اشعار انہوں نے کہے ان کا درجہ ایام جاہلیت کے اشعار سے بہت ہی گرا رہا یہ کیوں؟ اس لئے کہ اسلام نے کذب سے منع فرمایا اور ان فصیح و مسلم شعراء نے اپنے شعروں کو جھوٹ کی آمیزش سے پاک رکھنا چاہا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے کلام کی فصاحت کی وہ عظمت باقی نہ رہی جو ایام جاہلیت کے مجموعہ اکاذیب کلام میں تھی۔ قرآن مجید جھوٹ اور مبالغہ کی آمیزش سے قطعاً پاک ہے اور باوجود اس کے فصاحت کے بالاترین درجہ پر ہے۔

(۳)

کسی بڑے سے بڑے فصیح شاعر اور عمدہ سے عمدہ استاد کو لیلو۔ کبھی اس کے سارے کلام کو کلیۃً ایک ساں فصیح و عمدہ نہ پاؤ گے اچھے سے اچھے شاعر کے چوٹی کے قصیدہ میں ایک شعر یا دو شعر بہترین ہوں گے کوئی ایسا شاعر و فصیح پیش نہیں کیا جا سکتا جس کے تمام اشعار اعلیٰ درجہ کے فصیح ہوں اور جس کا پورا کلام فصیح ترین اور نقصان و حشو و زوائد سے پاک ہو۔

قرآن مجید میں یہ بات کہاں سے آئی وہ تو اول سے آخر تک فصاحت کے

ایسے درجہ پر ہے کہ کوئی قوت اس جیسا کلام نہیں بنا سکتی۔

(۴)

تکرار مضمون فصاحت کے مرتبہ کو گھٹا دیتا ہے کوئی فصیح شخص ایک عمدہ شعر کہے اور پھر اسی مضمون کو دوسرے الفاظ و انداز میں دہرا دے تو دوسرا تکراری شعر ہرگز پہلے شعر کی عمدگی کو نہیں پہونچے گا اور اس کے نظائر اساتذہ شعراء کے دواوین میں بکثرت موجود ہیں۔

قرآن مجید میں تکرار مضامین بہت ہے ایک ہی مضمون اور ایک ہی قصہ کو بار بار متعدد مقامات پر دہرایا گیا ہے لیکن کہیں اس کی فصاحت میں فرق نہیں آنے پاتا کہ کوئی حصہ فصاحت کے درجہ سے گر جاتا ہے اگر ایسا ہوتا تو مشاہیر فصحائے عرب ناقص حصہ قرآن کا جواب ضرور لکھتے اور اس سے بہتر عبارت لکھکر قرآن کے دعوی تحدی کو باطل کر دیتے یا کم سے کم قرآن کی عدم فصاحت کو مشتہر کرتے کہ اس کا فلاں مقام ناقص ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور عربی ادب جاننے والے کو تو اسکی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ قرآن خود اس کے سامنے ہے اور وہ فیصلہ کر سکتا ہے۔

(۵)

قرآن مجید میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ وہ اللہ تعالی کی وحدانیت کو ثابت کرتا ہے اللہ کی پرستش کا حکم کرتا ہے عبادات کو واجب کرتا ہے برائیوں سے منع کرتا ہے مکارم اخلاق کی ترغیب دیتا ہے ترک دنیا اور اختیار آخرت پر برانگیختہ کرتا ہے۔

یہ سب ایسے خشک مضامین ہیں جو فصاحت کے درجہ سے کلام کو بہت نیچے گرا دیتے ہیں اور ان مضامین میں عموماً دلچسپی نہیں ہوتی پس باوجود

استے وجوہ قلت فصاحت کے جمع ہو جانے کے قرآن مجید کا فصاحت کی اسے بڑے مرتبہ پر ہوناکہ نوع بشر کی انفرادی اور مجموعی دونوں طاقتیں اسکی جواب دینے اور اس کے مثل کلام بنانے سے مطلقاً عاجز رہیں اس کے مافوق العادت کلام اور کتاب اللہ ہونے کا صاف ثبوت ہے ۔

آٹھواں ثبوت

ہر فصیح اور ہر شاعر کا ایک خاص رنگ اور ایک جُدا انداز رہا ہے کہ اس کی ساری فصاحت و ناموری اسی خاص رنگ میں محدود و منحصر رہی اپنی اس سرحد سے جہاں قدم آگے بڑھایا اور ناموری و استادی میں بٹا لگا امرء القیس اس بزم فصاحت کا صدر نشین مانا گیا ہے جہاں خوبصورت عورتوں کا مذکور گھوڑوں کی تعریف اور شراب نوشی کی باتیں ہوں ان کے علاوہ دوسرے اصناف سخن میں وہ کمتر قلم اٹھاتا ہے ۔ اور جب اٹھاتا ہی تو اسکی استادی کی کرکری ہو جاتی نابغہ جیسا گویا شاعر واقعات خوف کو خوب باندھتا ہے بس آگے خیریت ۔ اعشٰی شاعر کے اشعار حسن طلب میں لاجواب سمجھے گئے ہیں زہیر کا کلام ترغیب و ترہیب میں خاص اثر رکھتا ہے اور اسی طرح فارسی میں فردوسی طوسی رزم کا مرد میدان ہے جس کو تمام اگلے پچھلے شعرائے عجم نے اپنا استاد اور خداوند سخن تسلیم کیا ہے اس کے شاہنامہ کا ایک ایک شعر اشرفیوں میں تلتا ہے مگر باوجود اس عظمت شان کے جب وہ اپنے اس خاص مذاق رزمیت کی رصد سے آگے قدم بڑھاتا ہے تو ساری عظمت خاک میں ملجاتی ہے اس کی یوسف زلیخا بلکہ خود شاہنامہ کے دوسرے بزمیہ و عشقیہ

اشعار کو ما کوڑیوں مول بھی کوئی نہیں پوچھتا۔
سعدیؒ شیرازی پند دموعظت او فلسفۂ اخلاق کا جادو نگار امام مانا گیا ہے اور اس صنف کے سوائے جہاں دوسرے مذاق میں گھسا پھر اس کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا بوستاں میں اُس نے بڑے شد و مد سے ایک رزمیہ داستان لکھنے شروع کی اور ایک ہی مختصر سی حکایت لکھنے میں دم پھول گیا اور وہ چند اشعار بھی جو بڑی کوشش و جانکاہی سے لکھے گئے اس قابل نہیں قرار پاسکے کہ فردوسیؒ و نظامیؒ کے اشعار کے سامنے لائے جائیں خواجہ حافظؒ زمین غزل کا بادشاہ ہے اور غزل کو چھوڑکر دوسری صنف میں قلم اُٹھانے کی وہ خود جرأت نہیں کرتا۔
غرض ہم کہاں تک بیان کریں کہ ہر زبان و ہر قوم میں اس کے نظائر لا تعد ولاتحصی ہیں ہر فصیح و ہر شاعر ایک اپنا خاص مذاق رکھتا ہے اور اس کی ساری فصاحت و گویائی اُسی مذاق و رنگ میں منحصر ہے۔
اس تمہید کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب تم قرآن مجید کے مضامین اور ان کی فصاحت پر غور کرو کہ اس میں سیکڑوں ہی مختلف و متضاد مضامین بھرے پڑے ہیں مگر کہیں اس کی فصاحت اور خوبی بیان میں نقصان نہیں نظر آتا۔
قرآن شریف میں کسی خاص فن کی بندش نہیں ہے۔ اس میں الٰہیات کے مسائل ہیں انبیاء علیہم السلام کے حالات ہیں گذری ہوئی قوموں کے عبرتناک واقعات ہیں۔ آئندہ آنے والے امور کے متعلق پیشینگوئیاں ہیں بہشت و دوزخ کے متعلق ترغیبات و ترہیبات ہیں۔ سزا و جزاء کے احکام ہیں۔ تدبیر منزل اور سیاست مدن کی تفصیلی تعلیمات ہیں۔ حب الٰہی و وصول الی اللہ

خلوص نیت، صفات الٰہی، توحید، تصوف، عقائد، احوال آخرت، دنیا کی مذمت اور اس کا عدم ثبات، حرمت و حلت اشیاء، علم فرائض، فقہ کلام، تہذیب اخلاق، تقویٰ، طہارت، رذائل کی مذمت۔ ریاکاری پر تہدید، اصلاح بین الناس، ذکر و عبادت وغیرہ کے ہر قسم کے اجمالی و تفصیلی بیانات ہیں۔ سورۃ الاحزاب میں جنگ احزاب کا واقعہ کس شان اور کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ جنگ کا نقشہ نظروں کے سامنے کھینچ جاتا ہے پند و مواعظ اور اخلاق سے تو گویا سارے کا سارا قرآن ہی بھرا پڑا ہے اور ان تمام مختلف مضامین میں فصاحت کی وہی ایک شان ہے شروع سے اخیر تک ایک ہی قسم کی فصاحت روانی و سلاست اور متانت و سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ نہ کہیں ذرا اختلاف ہے نہ کسی قسم کا نقص ہے نہ کہیں بیجا مبالغہ ہے نہ جھوٹ کی امیزش ہے۔ ان تصریحات سے ان لوگوں کا اعتراض بھی دفع ہو گیا۔ جو اکثر جوش تعصب میں اکثر کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن کا جواب نہ ہونا یا ویسی فصیح کتاب کا نہ بنایا جا سکنا' اگر اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے تو شاہنامہ فردوسی اور گلستان سعدی وغیرہ بھی لاجواب کتابیں ہیں جن کا جواب نہ دیا گیا نہ ان جیسی بہتر کتابیں تصنیف ہوئیں حالانکہ ان کتابوں کا انسانی تصنیف ہونا معلوم ہے۔

جواب

اس کا تفصیلی جواب ہم اسی کتاب کی پہلی جلد میں دے چکے ہیں۔

اولاً:۔ تو شاہنامہ یا گلستان یا ان جیسی اور کتابیں ایک خاص مذاق پر ہیں کہ اس مذاق سے جہاں باہر ہوئیں ان کی ساری خوبی و فصاحت خاک میں ملگئی قرآن میں یہ بات کہاں؟

ثانیاً:۔ یہ دعویٰ غلط ہے کہ ان کتابوں کا جواب نہیں ہوا اور وہ لاجواب تسلیم کی گئیں۔ شاہنامہ کے جواب میں سکندر نامہ صولت فاروقی اور چار ضرب آئینی بہتیری کتابیں لکھی گئیں گلستاں سعدی کے جواب میں گلستان خسرو بہارستان جامی گلستان قاآنی اور فارستان وغیرہ کتنی کتابیں تصنیف ہو گئیں یہ ممکن ہے کہ پوری کتابیں پوری کتابوں کا جواب مثل نہ ہوں مگر ایسا نہیں ہے کہ جواب ہی نہیں ہوا بلکہ بہت سارے مقامات میں جواب، اصل سے بہت بڑھ گیا ہے قرآن مجید کا جواب کہاں ہوا؟ فصحائے عرب نے تو قرآن مجید کے جواب میں قلم اٹھانے کی جرات ہی نہیں کی۔

ثالثاً:۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ شاہنامہ یا گلستاں وغیرہ کے مصنفین نے خود اپنی تصنیفوں کے بے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا باوجود اس کے ان کتابوں کا جواب لکھا گیا اور قرآن مجید نے اپنے بے مثل بلکہ کتاب اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تمام فصحائے عالم کو اپنے مثل بنالانے پر چیلنج دیا اور باوصف اس کے عرب کے ہیکڑ فصحا نے جواب لکھنے کا نام نہیں لیا۔ تا آجتک قرآن کے مثل ایک سورت بنانے پر کسی کو قدرت وجرات ہوئی ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

قرآن مجید میں فوری انتقال مضامین بھی کثرت سے ہے مثلاً ایک جملہ میں امر ہے اور اس کے بعد ہی کے جملہ میں نہی ہے۔ پہلے میں خبر ہے تو دوسرے میں استخبار کہیں وعدہ ہے تو اس کے متصل ہی وعید ہے اس گریز یا انتقال مضمون میں بھی عجیب لطف اور شان فصاحت ہے جس سے وہی شخص کچھ لطف اٹھا سکتا ہے جو کم از کم زبان عربی اور معانی و بیان سے واقف ہو اب دیکھو کہ باوجود اسالیب کے بدلنے اور مضامین کے

انتقال کے قرآن کے ربط کلام اور حسن التیام میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا اور یہی وہ صفت ہے جس سے فصحائے عرب اور ادبائے عجم سراسیمہ ہوکر بے اختیار چلا اٹھے مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ قرآن شریف ہر ایک امر اور اصناف کلام کے ہر ایک صنف کے بیان میں اعلیٰ سے اعلیٰ پایہ رکھتا ہے دنیا بھر کے اگلے پچھلے تمام فصحا، تمام ادبا اور تمام شعرا کے کلام اس صفت سے خالی ہیں صنف بشر اور نوع انسان میں کوئی فرد ایسا نہیں ہوا جسکو تمام اصناف سخن کے فصیح بیان پر یکساں قدرت حاصل ہو۔ پس (محمد جیسے) ایک اُمّی اَن پڑھ سے ان مختلف فنون اور مختلف حالتوں میں یکساں فصاحت و بلاغت اور تمام امور میں یکساں التزام کے ساتھ قرآن مجید کا بتحدی پیش کیا جانا اس کے کلام ربانی ہونے کا صریح بلکہ بدیہی ثبوت ہے۔

نواں ثبوت

وہ ہے جو خود قرآن مجید کی سورۃ الزمر میں دیا گیا ہے

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی یہ کتاب) اُتاری جسکی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی رہیں اور سمجھانے کیلئے باربار دہرائی گئی ہیں (اسکی تاثیر یہ ہے کہ) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے [illegible] (کے سننے) سے انکے بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو

اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ۔ یادِ الٰہی کی طرف (راغب ہو جاتے ہیں ۔
ایسی ہی ایک آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔
اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ تو کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور نہیں کرتے
وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ (کہ کہیں سر مو فرق نہیں) اور اگر (قرآن خدا کے
غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ سوا کسی اور) کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور
اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۔ اس میں بہت سے اختلافات پاتے ۔
سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید جملۃً واحدۃً ایک ہی مرتبہ سب کا سب
نہیں اترا بلکہ نجماً نجماً سالہا سال دراز تک نازل ہوتا رہا ہے جس کی
مدت کم سے کم بیس سال اور زیادہ سے زیادہ تیئیس (۲۳) سال ہے ۔
اگر قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اتنی مدت تک
ہر وقت اس کے خیالات یکساں رہتے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لڑکپن سے
لیکر بڑھاپے تک انسان کے خیالات میں بڑا رد و بدل واقع ہوا ہے
اور ہوتا رہتا ہے ۔ پیغمبر اسلام کو دیکھو کہ چالیس (۴۰) برس تک آپ اپنے
کنبہ ، خاندان ، قبیلے بلکہ سارے عرب میں محبوب خلائق رہے ہر شخص
آپ کو راستباز ، عادل اور امین یقین کرتا رہا ۔ چالیس (۴۰) برس کی عمر میں آپ کے سر پر
نبوت کا سہرا بندھا اور نبوت کا دعویٰ بلند کرتے ہی عرب کا بچہ بچہ آپ کا دشمن
بنگیا گویا مکہ کی سرزمین آپ کے خون کی پیاسی ہوگئی اہل عرب نے جتنی ایذائیں
اور جیسی کچھ تکلیفیں آپ کو پہنچائیں ان کے بیان میں تاریخوں کے دفاتر
بھرے پڑے ہیں یہ زمانہ بڑے صبر و امتحان کا تھا لیکن جب مکہ والوں کا
ظلم و جور حد سے بڑھ گیا تو مجبوراً آپ کو وطن چھوڑ دینا پڑا اور
بھاگ کر مدینے میں جا رہے ۔ یہاں ظلم و جور سے تو امن ہوگیا مگر غریب الوطنی کا

وقت بہت عسرت کا وقت تھا رفتہ رفتہ آپ کے پیرووں کی تعداد بڑھتی گئی یہانتک کہ ایک اچھی خاصی جماعت قائم ہوگئی اور لگے دشمنوں کو ترکی بترکی جواب دینے پھر ایک ایک کرکے یا تو سب کو مطیع و منقاد کرلیا یا تلوار کے گھاٹ اتارا تمام جزیرہ نماے عرب میں اسلام کا بول بالا ہوگیا مسلمان غالب ہوگئے کفار مغلوب اور وہی مسلمان جو روٹی روٹی کو محتاج تھے ان کی ‎دولت کی کچھ انتہا نہ رہی غرض پیغمبر اسلام کے پورے حالات زندگی پڑھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ پر کیسے کیسے انقلابات کا حسرتناک زمانہ گذرا اور آپ پر رنج وماتم، مفلسی، تنگدستی، بیچارگی، ظلم و جفا وغیرہ کے کیسے اندوہناک و عبرتناک مصائب کا آسمان ٹوٹتا رہا۔

پس اگر قرآن مجید کسی انسان کا بنایا ہوا یا خود پیغمبر اسلام ہی کا کلام ہوتا تو اس میں خیالات مختلفہ ضرور ہوتے پر ہوتے۔ بخلاف اس کے دیکھا جاتا ہے کہ وہ شروع سے آخر تک ایک ہی نسق پر چلا جاتا ہے اور جو تعلیم مدنظر ہے وہ قرآن کی ہر ہر جگہ سے پٹری ٹیک رہتی ہے یہ بات اس کے کلام الٰہی ہونے کی بڑی دلیل ہے فقط والسلام علی سید الانام سنا ومن اللہ الملک العلام

تم الجزء الثالث من کتاب الحکمۃ البالغۃ ویلیہ الجزء الرابع۔

تـــمّـــت

۸ جمادالاولی ۱۳۳۲ھ ہجری - یکم خورداد ۱۳۲۳ فصلی

غلطنامہ کتاب حکمت بالغہ جلد سوم

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۳	۷	آیت میں	آیت سے	۱۹	۳۷	۱۹	بھونچی	پونچی
۲	۳	۱۴	واجب	ضروری	۲۰	۵۶	۱۷	ایک	یہ ایک
۳	۵	۱۰	اور	اس لئے	۲۱	۶۶	۱۷	پڑا ہوا	پڑھا ہوا
۴	؍؍	۱۱	ناخواندہ ہوگئے	ناخواندہ رہجاویں	۲۲	۶۲	۱۶	لکھا جاے	کہا جاے
۵	؍؍	۱۹	دو وڑے	دو بڑے	۲۳	۷۵	۹	اُس کی	تو اس کی
۶	۱۵	۱۴	ملت خلیفہ	ملت حنیفیہ	۲۴	۷۰	۷	اصلاح	اصطلاح
۷	۸	۶	ادہ	وہ	۲۵	۹۸	۶	ارج	حرج
۸	۱۸	۵	کوکسی	کونسی	۲۶	؍؍	۱۰	فرمائی	فرمایا
۹	۱۹	۲	تحریر نہیں ہوئی	تحریر میں نہیں آئی	۲۷	۱۰۵	۱۴	نصیحت	یہ نصیحت
۱۰	۲۸	۱۰	محمد عربی کے	محمد عربی اپنے	۲۸	۱۰۶	۳	پس کسی	یعنی کسی
۱۱	؍؍	؍؍	آپ اپنے	اپنے	۲۹	۱۱۱	۵	چونکہ	کہ چونکہ
۱۲	۲۹	۷	کی ہے	کی ہے کہ	۳۰	۱۱۶	۱۷	کرنا پیغمبر	کرنا کہ پیغمبر
۱۳	۳۰	۱۶	ناقابل	ناقابل عمل	۳۱	۱۲۱	۱۰	ثبوب	ثبوت
۱۴	۳۲	۱۰	اور مشقت اور وطن	اور وطن	۳۲	؍؍	۱۱	ایک	یہ ایک
۱۵	۳۳	۳	عربی	عبری	۳۳	۱۲۲	۴	ذریعہ	ذریعہ سے
۱۶	؍؍	۶	عربی	عبری	۳۴	۱۲۶	۱۸	میں سے	میں
۱۷	؍؍	۹	عربی میں	عبری میں	۳۵	۱۴۲	۱۶	تالیف از	تالیف
۱۸	۳۶	۱۶	کیا گیا	کھل جائیگی	۳۶	۱۵۲	۱۴	آتیمیں	باتیں
					۳۷	۱۵۵	۱۸	رصد	سرحد

مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن کا مفید سلسلہ تصنیفات

حکمۃ بالغہ جلد اول - جناب مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی [illegible]
مجلس اشاعۃ العلوم نے ایک سلسلہ کی بنا ڈالی ہے کہ قرآن مجید کے [illegible]
متعلق جتنے دلائل آجتک قائم کئے گئے ہیں ان سب کو ایک جگہ مرتب و مدون کیا
جائے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی یہ ایک بہت بڑی اور اہم خدمت ہے جسے
جناب مومیٰ الیہ نے شروع کیا ہے۔ اللہ کریم اس کوشش کو مشکور اور نتیجہ خیز [illegible]
پہنچائے اور مولف علام کو جزائے خیر دے۔ اس سلسلہ کی یہ پہلی جلد ہے جسکو مولف علام
نے چار حصوں پر منقسم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں قرآن مجید کی پوری تاریخ اور گویا اتقان فی
علوم القرآن کے ایک معتد بہ حصہ کا خلاصہ ہے۔ دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث
ہے جس میں روشن دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو قرآن سردار دو عالم حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہی قرآن بلا کسی کمی بیشی کے اس وقت تک اہل اسلام
کے ہاتھوں اور سینوں میں موجود ہے اور یہی عقیدہ اسلام کے تمام مختلف فرقوں کا
ہے۔ تیسرے حصہ میں قرآن مجید کے اسماء وصفات کے نہایت [illegible] مباحث ہیں
ضمناً بہت سے علمی مسائل و مضامین پر معرکہ آرا بحثیں کی گئی ہیں۔ چوتھے حصہ سے
اصل کتاب شروع ہوتی ہے اس میں چند مقامات اور قرآن کی ایک سو پیشینگوئیاں
ہیں جو پوری ہو چکیں۔ اور بہت سی پوری ہو رہی ہیں۔ یہ حصہ مخالفان اسلام پر ایک
قوی حجت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

پیشینگوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے اکثر مسائل حل کر دئیے گئے ہیں
اور فلسفہ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن اور اسلام پر کرتا ہے ان میں کے
اکثروں کا مدلل اور روشن جواب دیا گیا ہے۔

یہ مبارک کتاب اپنے رنگ کی پہلی اور نہایت عجیب وغریب کتاب ہے۔

چھپائی عمدہ۔ کاغذ سفید چکنا ۵ پونڈی حجم ۶۵۸ صفحات۔ قیمت عہ ۸/-

حکمۃ بالغہ جلد دوم - یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو بابوں پر ختم ہوئی ہے مقدمہ کتاب میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت سے بحث کرکے آیت خاتم النبیین کی لاجواب تفسیر کی ہے پہلے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن معرکہ آرا پیشنگوئیوں کو مرتب کیا ہے جو کتب حدیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئیں اور ابتک پوری ہوتی جاتی ہیں۔

دوسرے باب میں ان پیشنگوئیوں کو لکھا ہے جو تدوین کتب حدیث کے پہلے ہی پوری ہو چکی تھیں پہلی قسم پیغمبر علیہ السلام کی حقیقت نبوت پر ایک قوی حجت ہے اور دوسری قسم میں معلومات عجیبہ کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ حجم ۲۱۴ صفحہ قیمت فی مجلد ۸/-

سفرنامہ حرمین شریفین - از تصانیف عالم باعمل فاضل بے بدل جامع معقول و منقول حادی فروع و اصول حامی شریعت واقف طریقت عارف حقیقت مولانا الحاج مولوی محمد محی الدین حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ لطیفیہ ویلور دام فضلہ وعم فیضہ المونور۔ جس میں قاصدین بیت اللہ و زائرین روضہ سید کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کیلئے سفر حجاز کی تسہیلات اور مفید تجربات کے جمع کرنے کے علاوہ بہت سے تمدنی اور معاشرتی امور میں مورخانہ اور محققانہ روش اختیار کی گئی ہے اور شریف مباحث سے کتاب کو زینت دی گئی ہے۔ حجم ۳[illegible] صفحہ قیمت ۱۲/ ۶/ م

زاد [illegible] لی دار الخلیل [illegible] مولانا مولوی مفتی محمد سعد اللہ خاں صاحب مرحوم یہ رسالہ حجاج و [illegible] اللہ کے لئے نہایت مفید ہے اس میں

و فضائل حج و عمرہ و ممنوعات و مکروہات احرام و خطبہ ہائے حج و مقامات قبولیت
دعا و بقاع متبرکہ وغیرہ معتبر کتب فقہ سے اخذ کر کے نہایت خوبی کیساتھ لکھے گئے
ہیں یہ رسالہ پیشتر دو دفعہ چھپا تھا لیکن اب مجلس اشاعۃ العلوم نے ایک جدید تہذیب
اور دلکش طرز سے اسکو مرتب کر کے اپنے سلسلۂ اشاعت میں داخل کر لیا ہے
چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ۵۰ پونڈی حجم ۱۳۷ صفحات قیمت ۴ر

۱۱- [illegible]ۃ الوثقیٰ - مولفہ جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب قادری مہاجر یہ
رسالہ عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی رویت مبارک اور فضائل رویت بہت عمدگی کے ساتھ بیان کئے ہیں اور یہ
اپنے رنگ میں بہت عمدہ رسالہ ہے۔ حجم ۱۶۴ صفحات قیمت ۴ر

الوسیلۃ العظمیٰ - مولف جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب
قادری مہاجر یہ رسالہ بھی سلیس عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ نے
اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت باسعادت کیوقت
جواز قیام اور فضائل قیام کا ثبوت دیا ہے اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اچھی طرح
ثابت کر دیا ہے کہ قیام کی اصل علت اور رسم کیا ہے۔ حجم ۱۳۲ صفحات قیمت ۴ر

مکارم الحفظ - جناب مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب (مولوی فاضل) کی یہ ایک
عمدہ تصنیف ہے قرآن او رحفظ قرآن کتاب کا موضوع ہے حفظ قرآن کے متعلق
عمدہ عمدہ نکات اور اس کے تفصیلی آداب و قواعد بیان کئے گئے ہیں بڑے
بڑے حفاظ کے دلچسپ تذکرے اور ضمناً دلپذیر لطائف و قصص نے کتاب
کو بہت بارونق بنا دیا ہے مطالعہ سے مولف سلمہ اللہ کی قابل قدر جانکاہی
اور کتاب کی قدر و قیمت ظاہر ہو سکتی ہے مناسب صفحہ
قیمت فی جلد ۲ر

مقاصد الاسلام

حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ کی مفید تصانیف اور ان کے برکات سے کون واقف نہیں ہے حضرت قبلہ ممدوح کی تصانیف موجودہ زمانہ کے اقتضا کے موافق حمایت اسلام کی کامل ضمانت اور علوم و برکات اسلام کی اشاعت کیلئے پوری کفیل ہیں مقاصد الاسلام کے نام سے حضرت ممدوح نے ایک مفید سلسلہ تصانیف کی بنیاد ڈالی ہے انعقاد مجلس اشاعۃ العلوم کے پیشتر اس سلسلہ کے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اب مجلس نے یہ پانچواں حصہ شائع کیا ہے اور دیگر حصص زیر طبع ہیں اس حصہ میں تصوف سزا و جزا، فقر و فقیری، خلافت، نبوت اہل بیت و صحابہ کے مفید حالات اور خلفائے راشدین کی خلافت پر نہایت عمدہ پیرائے میں عقلی و نقلی بحثیں کیگئی ہیں اور نہایت محققانہ طرز سے ہر ایک بات ثابت کی گئی ہے چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ۵ پونڈی حجم ۱۶۸ صفحہ قیمت

المعلن

حافظ [illegible] فاروقی مہتمم
مجلس [illegible]